بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی عَبْدِہِ الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْدِ

جلد 69

ایڈیٹر

منصور احمد

نائبین

قریشی محمد فضل اللہ

تنویر احمد ناصر ایم اے

شمارہ 12

شرح چندہ

سالانہ 700 روپے

بیرونی ممالک

بذریعہ ہوائی ڈاک

50 پاؤنڈ یا 80 ڈالر امریکن

یا 60 یورو

23 رجب 1441 ہجری قمری • 19 امان 1399 ہجری شمسی • 19 مارچ 2020ء

Postal Reg. No. GDP/001/2019-20

اِسْمَعُوْا صَوْتَ السَّمَآءِ جَآءَ الْمَسِیْحُ جَآءَ الْمَسِیْحُ

نیز بشنو از زمیں آمد امام کامگار

دار المسیح، مسجد مبارک، مسجد اقصیٰ اور منارۃ المسیح کا ایک خوبصورت منظر
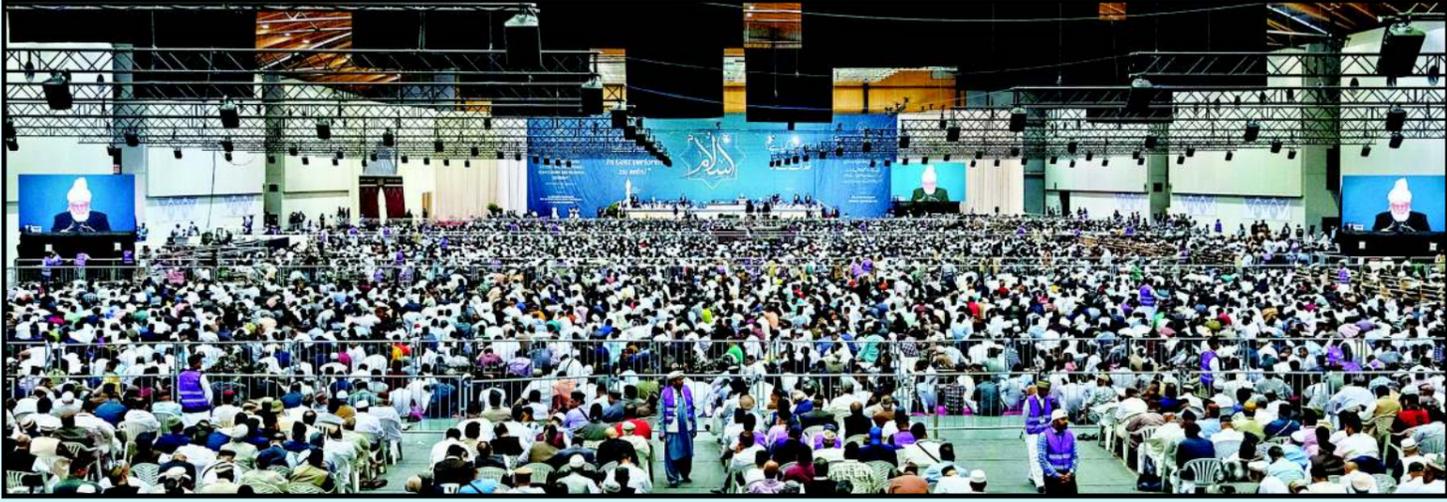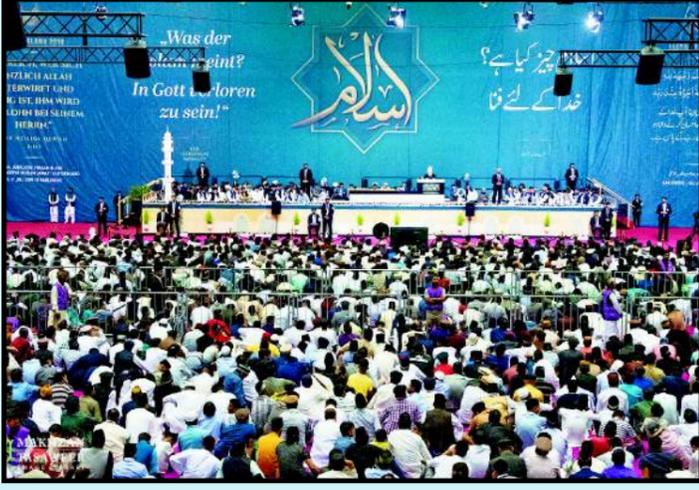
جلسہ سالانہ جرمنی 2019 کے چند روح پرور مناظر
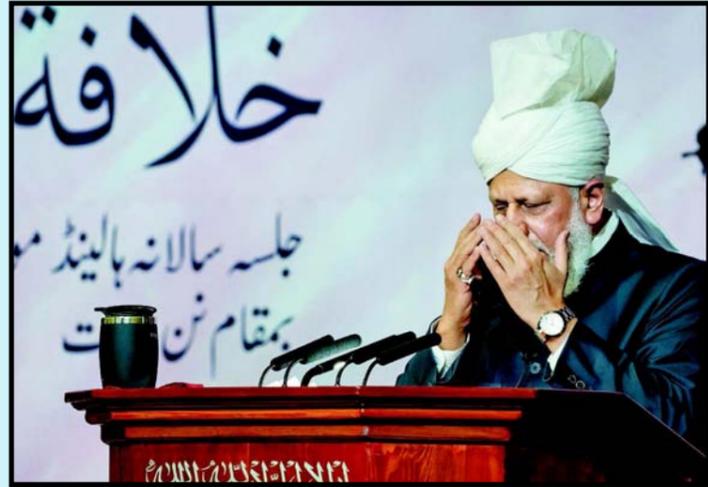
جلسہ سالانہ ہالینڈ 2019 کے چند خوبصورت مناظر

جلسہ سالانہ فرانس 2019 کے چند مناظر

شبیہ مبارک حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام (1835ء - 1908ء)

ہفت روزہ بدر ”مسیح موعودؑ نمبر“

فہرست مضامین

صفحہ

......☆......☆......☆......

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اِنعامی چیلنج

ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے

اِنَّ السُّمُوْمَ لَشَرُّ مَا فِی الْعَالَمِ ❁ شَرُّ السُّمُوْمِ عَدَاوَۃُ الصُّلَحَاءِ

قرآن مجید، احادیث، اور صحف سابقہ کی پیشگوئیوں کے مطابق اللہ تعالیٰ نے سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو چودھویں صدی کے شروع میں جو کہ انتہائی تاریکی اور کفر وضلالت کا زمانہ تھا امام مہدی اور مسیح موعود بنا کر مبعوث فرمایا۔ آپ کا عظیم الشان مشن قرآن مجید ان الفاظ میں بیان کرتا ہے: لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ (الصّف:10) یعنی دُنیا کے تمام مذاہب پر اسلام کو غالب کرنا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے آپؑ کا عظیم الشان مشن ان الفاظ میں بیان فرمایا :

لَوْ كَانَ الْاِیْمَانُ عِنْدَ الثُّرَیَّا لَنَالَهٗ رِجَالٌ مِنْ هٰؤُلَاءِ (بخاری کتاب التفسیر سورہ جمعہ)

یعنی ایمان اگر زمین سے اُٹھ کر ثریّا ستارے پر بھی چلا گیا ہو تو ان میں سے کچھ لوگ اسے زمین پر قائم کردیں گے۔ ایک روایت میں رَجُلٌ کا لفظ بھی آیا ہے۔ یعنی ایک عظیم الشان انسان یعنی مسیح موعود ومہدی معہود اُسے زمین پر قائم کردیگا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں : ایسے وقت میں مَیں ظاہر ہوا ہوں کہ جب کہ اسلامی عقیدے اختلافات سے بھر گئے تھے۔ اور کوئی عقیدہ اختلاف سے خالی نہ تھا...... میرے لئے ضروری نہیں تھا کہ میں اپنی حقّیت کی کوئی اَور دلیل پیش کروں کیونکہ ضرورت خود دلیل ہے۔

(ضرورۃ الامام، رُوحانی خزائن جلد 13، صفحہ 495)

آپ نے فرمایا : خدائے تعالیٰ نے اس زمانہ کو تاریک پاکر اور دُنیا کو غفلت اور کفر اور شرک میں غرق دیکھ کر ایمان اور صدق اور تقویٰ اور راست بازی کو زائل ہوتے ہوئے مشاہدہ کرکے مجھے بھیجا ہے کہ تا وہ دوبارہ دُنیا میں علمی اور عملی اور اخلاقی اور ایمانی سچائی کو قائم کرے۔

(آئینہ کمالات اسلام، رُوحانی خزائن جلد 5، صفحہ 251)

فرمایا : مَیں تمام اُن لوگوں کے لئے بھیجا گیا ہوں جو زمین پر رہتے ہیں خواہ وہ ایشیا کے رہنے والے ہیں اور خواہ یورپ کے اور خواہ امریکہ کے۔

(تریاق القلوب، رُوحانی خزائن جلد 15، صفحہ 515)

آپ فرماتے ہیں : اگر تم ایماندار ہو تو شکر کرو اور شکر کے سجدات بجالاؤ کہ وہ زمانہ جسکا انتظار کرتے کرتے تمہارے بزرگ آباء گزر گئے اور بیشمار رُوحیں اُسکے شوق میں ہی سفر کرگئیں وہ وقت تم نے پالیا۔ اب اُسکی قدر کرنا یا نہ کرنا اور اُس سے فائدہ اُٹھانا یا نہ اُٹھانا تمہارے ہاتھ میں ہے۔ میں اِسکو بار بار بیان کروں گا اور اِس کے اظہار سے مَیں رُک نہیں سکتا کہ مَیں وہی ہوں جو وقت پر اصلاح خلق کے لئے بھیجا گیا تا دین کو تازہ طور پر دلوں میں قائم کردیا جائے۔

(فتح اسلام، رُوحانی خزائن جلد 3، صفحہ 8)

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے عظیم الشان مشن غلبہ اسلام کی تکمیل کے لئے خدا کے حضور اس قدر دعائیں اور گریہ وزاری کی کہ اس کی مثال سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی اور نبی میں نہیں مل سکتی۔ اس کے ساتھ ساتھ آپؑ نے مضامین لکھے، لیکچرز دیئے، مناظرات و مباحثات کئے، ہزاروں کی تعداد میں اشتہارات شائع کئے، اسّی سے زائد کتابیں لکھیں۔ آپ نے اپنی کتب واشتہارات میں اسلام، بانی اسلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، قرآن کریم اور اپنی صداقت کے ثبوت کے لئے بیسیوں انعامی چیلنج بھی دیئے۔ ہم اس مضمون میں آپ کے انعامی چیلنج کا ذکر کریں گے۔

1864 تا 1867 حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بادل نخواستہ سیالکوٹ میں ملازمت کی۔ یہاں سے آپ کی تبلیغی مہم کا آغاز ہوتا ہے۔ مسیحی پادری مسلمان علماء کو شکست پر شکست دیتے لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقابل اُن کی کچھ پیش نہیں جاتی۔ سیالکوٹ کی مذہبی فضا پر آپ چھائے ہوئے تھے۔ ایک نامی گرامی پادری، بٹلر آپ کا معتقد ہوگیا اور آپ کی باتیں سننے اکثر آپ کے پاس آیا کرتا۔ بعض متعصب لوگوں نے اُسے روکنا چاہا لیکن پادری نے انہیں جواب دیا:

’’یہ ایک عظیم الشان آدمی ہے کہ اپنی نظیر نہیں رکھتا۔ تم اسکو نہیں سمجھتے مَیں خوب سمجھتا ہوں۔‘‘

(تاریخ احمدیت جلد 1 صفحہ 93، ایڈیشن 2007، قادیان)

1872 میں آپؑ نے قلمی جہاد کا آغاز کیا۔ بنگلور کے دس روزہ اخبار ’’منشور محمدی‘‘ میں 25 اگست 1872 میں آپ کا پہلا مضمون شائع ہوا۔ مضمون کیا تھا اسلام کی تمام مذاہب پر فوقیت اور برتری کا اعلان تھا۔ آپ نے لکھا :

تمام انسانی معاملات اور تعلقات میں سچائی ہی تمام خوبیوں کی بنیاد اور اِساس ہے۔ اس لئے ایک سچے مذہب کی نشان دہی کا آسان طریق یہ ہے کہ دیکھا جائے کہ اس نے سچائی پر کاربند ہونے کی کہاں تک زوردار اور مؤثر طریق پر تلقین کی ہے۔ آپ نے تمام مذاہب کو چیلنج دیا کہ آپ ہر اُس غیر مسلم کو 500 روپیہ بطور انعام دینے کے لئے تیار ہیں جو اپنی مسلمہ مذہبی کتابوں سے اُن تعلیمات کے مقابل آدھی بلکہ تہائی تعلیمات بھی پیش کردے جو آپ اسلام کی مسلمہ اور مستند کتب سے سچائی کے موضوع پر نکال کر دکھائیں گے۔ (تاریخ احمدیت جلد 1 صفحہ 118)

7 دسمبر 1877 کو ’وکیل ہندوستان‘ اور دیگر اخبارات میں آریہ سماجی لیڈر سوامی دیانند نے رُوح کے متعلق اپنا یہ عقیدہ شائع کیا کہ:

’’ارواح موجودہ بے اَنت ہیں اور اِس کثرت سے ہیں کہ پرمیشر کو بھی اُن کی تعداد معلوم نہیں۔ اس واسطے ہمیشہ مکتی پاتے رہتے اور پاتے رہیں گے مگر کبھی ختم نہیں ہوویں گے۔‘‘

یہ اللہ تعالیٰ کی سخت توہین تھی۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام یہ برداشت نہیں کرسکتے تھے۔ آپؑ نے سلسلہ وار مضامین کے ذریعہ اس کا دندان شکن جواب دیا اور اس باطل عقیدہ کی دھجیاں بکھیر دیں۔ آپ نے چیلنج دیا کہ :

سوامی دیانند کے پیروکار سمیت جو صاحب بھی یہ ثابت کرے کہ اَرواح بے انت ہیں اور پرمیشر کو اُن کی تعداد معلوم نہیں تو مَیں اُس کو پانچ سو روپیہ انعام دوں گا۔

’’یہ مذہبی دُنیا میں آریہ سماج کے خلاف پہلا انعام تھا جو آپ نے پیش کیا۔ جس نے آریہ سماج کے کیمپ میں کھلبلی مچادی اور لاہور آریہ سماج کے سیکرٹری لالہ جیون داس کو سوامی دیانند کی عمومی لیڈرشپ کے خلاف علم بغاوت بلند کرتے ہوئے نہایت بدحواسی میں یہ اعلان کرکے پیچھا چھڑانا پڑا کہ یہ مسئلہ آریہ سماج کے اصولوں میں داخل نہیں ہے۔ اگر کوئی ممبر آریہ سماج کا اس کا دعویدار ہو تو اس سے سوال کرنا چاہئے اور اسی کو جواب دینا لازم ہے۔‘‘

(تاریخ احمدیت جلد 1 صفحہ 153)

1880 تا 1884 براہین احمدیہ کی چار جلدیں شائع ہوئیں۔ یہ آپ کی پہلی اور شہرہ آفاق تصنیف ہے۔ یہ وہ دَور تھا جبکہ عیسائیت، آریہ سماج اور برہمو سماج انتہائی منظم طور پر اسلام پر حملہ آور تھے۔ اسلام ان کی مار جھیل جھیل کر بالکل لاغر اور کمزور ہوگیا تھا۔ جب براہین احمدیہ تصنیف ہوکر منظر عام پر آئی تو مسلمانوں کی جان میں جان آئی۔ آپؑ نے یہ کتاب تمام مذاہب کے مقابلہ پر اسلام کی سچائی ثابت کرنے کے لئے تحریر فرمائی۔ اور اسے تین سو محکم اور قوی دلائل سے مزین فرمایا۔ آپؑ نے چیلنج دیا کہ اگر کوئی اس کے دلائل کو توڑ کر دکھادے خواہ نصف دلائل توڑ دے اور

باقی صفحہ نمبر 26 پر ملاحظہ فرمائیں

وہی خدا ہے جس نے ایک اَن پڑھ قوم کی طرف اسی میں سے ایک شخص کو رسول بنا کر بھیجا
وہ ان کو خدا کے احکام سناتا ہے اور ان کو پاک کرتا ہے اور ان کو کتاب اور حکمت سکھاتا ہے
گو وہ اس سے پہلے بڑی بھول میں تھے، اور انکے سوا ایک دوسری قوم میں بھی وہ اسکو بھیجے گا جو ابھی تک ان سے ملی نہیں

﴿ارشادِ باری تعالیٰ﴾

اِذَا مَضَتْ اَلْفٌ وَمِائَتَانِ وَاَرْبَعُوْنَ سَنَةً يَبْعَثُ اللهُ الْمَهْدِيَّ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا 1240 کے بعد اللہ تعالیٰ امام مہدیؑ کو مبعوث فرمائے گا

﴿ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم﴾

۞ وَعَدَ اللهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۪ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؕ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا ؕ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ○

(سورۃ النور:56)

ترجمہ:: اللہ نے تم میں سے ایمان لانے والوں اور مناسب حال عمل کرنے والوں سے وعدہ کیا ہے کہ وہ ان کو زمین میں خلیفہ بنادے گا جس طرح ان سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنا دیا تھا اور جو دین اُس نے ان کیلئے پسند کیا ہے وہ ان کیلئے اُسے مضبوطی سے قائم کردے گا اور ان کے خوف کی حالت کے بعد وہ ان کیلئے امن کی حالت تبدیل کردے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے (اور) کسی چیز کو میرا شریک نہیں بنائیں گے اور جو لوگ اس کے بعد بھی انکار کریں گے وہ نافرمانوں میں سے قرار دیئے جائیں گے۔

۞ يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ○ هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۗ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ○ وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ

(سورۃ جمعہ:2 تا 5)

ترجمہ:: آسمانوں اور زمین میں جو کچھ بھی ہے وہ اللہ کی تسبیح کرتا ہے اس (اللہ) کی جو بادشاہ بھی ہے اور پاک (بھی ہے اور سب خوبیوں کا جامع) ہے اور غالب (اور) حکمت والا ہے۔ وہی خدا ہے جس نے ایک اَن پڑھ قوم کی طرف اسی میں سے ایک شخص کو رسول بنا کر بھیجا (جو باوجود اَن پڑھ ہونے کے) ان کو خدا کے احکام سناتا ہے اور ان کو پاک کرتا ہے اور ان کو کتاب اور حکمت سکھاتا ہے گو وہ اس سے پہلے بڑی بھول میں تھے۔ اور ان کے سوا ایک دوسری قوم میں بھی وہ اس کو بھیجے گا جو ابھی تک ان سے ملی نہیں اور وہ غالب (اور) حکمت والا ہے۔ یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔ اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

......☆......☆......☆......

۞ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَنْزِلَ عِيْسَى بْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا مُقْسِطًا وَاِمَامًا عَدْلًا فَيَكْسِرُ الصَّلِيْبَ وَيَقْتُلُ الْخِنْزِيْرَ وَيَضَعُ الْجِزْيَةَ وَيَفِيْضُ الْمَالَ حَتّٰى لَا يَقْبَلَهُ اَحَدٌ۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب فتنۃ الدجال وخروج عیسیٰ بن مریم وخروج یاجوج وماجوج، بحوالہ حدیقۃ الصالحین، مرتبہ ملک سیف الرحمن صاحب، حدیث نمبر 949)

ترجمہ:: حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک عیسیٰ بن مریم جو منصف مزاج حاکم اور امام عادل ہوں گے مبعوث ہوکر نہیں آتے قیامت نہیں آئے گی۔ (جب وہ مبعوث ہوں گے تو) وہ صلیب کو توڑیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، جزیہ کے دستور کو ختم کریں گے اور ایسا مال تقسیم کریں گے جسے لوگ قبول کرنے کیلئے تیار نہیں ہوں گے۔

۞ اَلَا اِنَّ عِيْسَى بْنَ مَرْيَمَ لَيْسَ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُ نَبِيٌّ وَلَا رَسُوْلٌ، اَلَا اِنَّهُ خَلِيْفَتِيْ فِيْ اُمَّتِيْ مِنْ بَعْدِيْ ...اَلَا مَنْ اَدْرَكَهُ فَلْيَقْرَأْ عَلَيْهِ السَّلَامَ۔

(طبرانی الاوسط والصغیر، بحوالہ حدیقۃ الصالحین، حدیث نمبر 952)

ترجمہ:: خبردار ہو کہ عیسیٰ بن مریم (مسیح موعود) اور میرے درمیان کوئی نبی یا رسول نہیں ہوگا خوب سن لو کہ وہ میرے بعد امّت میں میرا خلیفہ ہوگا...... یاد رکھو جسے بھی اُن سے ملاقات کا شرف حاصل ہو وہ انہیں میرا اسلام ضرور پہنچائے۔

۞ عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ يَمَانٍ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا مَضَتْ اَلْفٌ وَمِائَتَانِ وَاَرْبَعُوْنَ سَنَةً يَبْعَثُ اللهُ الْمَهْدِيَّ۔

(النجم الثاقب، جلد 2 صفحہ 209، بحوالہ حدیقۃ الصالحین، حدیث نمبر 943)

ترجمہ:: حضرت حذیفہ بن یمانؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا 1240 کے بعد اللہ تعالیٰ مہدی کو مبعوث فرمائے گا۔

......☆......☆......☆......

چونکہ کسی انسان کیلئے دائمی طور پر بقا نہیں
لہٰذا خدا تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ رسولوں کے وجود کو
جو تمام دنیا کے وجودوں سے اشرف و اولیٰ ہیں
ظلی طور پر ہمیشہ کیلئے تا قیامت قائم رکھے، سو اسی غرض سے
خدا تعالیٰ نے خلافت کو تجویز کیا تا دنیا کبھی اور کسی زمانہ میں برکات رسالت سے محروم نہ رہے

ارشادات عالیہ سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام

بعض اور آیات ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ضرور خداوند کریم نے یہی ارادہ فرمایا ہے کہ روحانی معلم جو انبیاء کے وارث ہیں ہمیشہ ہوتے رہیں اور وہ یہ ہیں۔ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ (سورہ نور آیت: 56) وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا تُصِيْبُهُمْ بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ اَوْ تَحُلُّ قَرِيْبًا مِّنْ دَارِهِمْ حَتّٰى يَاْتِيَ وَعْدُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ○ (سورۃ الرعد آیت: 32) وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ○ (بنی اسرائیل آیت: 16) یعنی خدا تعالیٰ نے تمہارے لئے اَے مومنانِ امت محمد یہ وعدہ کیا ہے کہ تمہیں بھی وہ زمین میں خلیفہ کرے گا جیسا کہ تم سے پہلوں کو کیا۔ اور ہمیشہ کفار پر کسی قسم کی کوفتیں جسمانی ہوں یا روحانی پڑتی رہیں گی یا ان کے گھر سے نزدیک آ جائیں گی۔ یہاں تک کہ خدا تعالیٰ کا وعدہ آ پہنچے گا۔ اور خدا تعالیٰ اپنے وعدوں میں تخلف نہیں کرتا۔ اور ہم کسی قوم پر عذاب نازل نہیں کرتے جب تک ایک رسول بھیج نہ لیں۔

ان آیات کو اگر کوئی شخص تامل اور غور کی نظر سے دیکھے تو میں کیونکر کہوں کہ وہ اس بات کو سمجھ نہ جائے کہ خدا تعالیٰ اس امت کے لئے خلافت دائمی کا صاف وعدہ فرماتا ہے اگر خلافت دائمی نہیں تھی تو شریعت موسوی کے خلیفوں سے تشبیہ دینا کیا معنی رکھتا تھا اور اگر خلافت راشدہ صرف تیس برس تک رہ کر پھر ہمیشہ کے لئے اس کا دور ختم ہو گیا تھا تو اس سے لازم آتا ہے کہ خدا تعالیٰ کا ہرگز یہ ارادہ نہ تھا کہ اس امت پر ہمیشہ کے لئے ابواب سعادت مفتوح رکھے کیونکہ روحانی سلسلہ کی موت سے دین کی موت لازم آتی ہے اور ایسا مذہب ہرگز زندہ نہیں کہلا سکتا جس کے قبول کرنے والے خود اپنی زبان سے ہی یہ اقرار کریں کہ تیرہ سو برس سے یہ مذہب مرا ہوا ہے اور خدا تعالیٰ نے اس مذہب کے لئے ہرگز یہ ارادہ نہیں کیا کہ حقیقی زندگی کا وہ نور جو نبی کریم کے سینہ میں تھا وہ توارث کے طور پر دوسروں میں چلا آوے۔

افسوس کہ ایسے خیال پر جمنے والے خلیفہ کے لفظ کو بھی جو استخلاف سے مفہوم ہوتا ہے تدبّر سے نہیں سوچتے کیونکہ خلیفہ جانشین کو کہتے ہیں اور رسول کا جانشین حقیقی معنوں کے لحاظ سے وہی ہو سکتا ہے جو ظلی طور پر رسول کے کمالات اپنے اندر رکھتا ہو اس واسطے رسول کریم نے نہ چاہا کہ ظالم بادشاہوں پر خلیفہ کا لفظ اطلاق ہو کیونکہ خلیفہ درحقیقت رسول کا ظلّ ہوتا ہے اور چونکہ کسی انسان کے لئے دائمی طور پر بقا نہیں لہٰذا خدا تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ رسولوں کے وجود کو جو تمام دنیا کے وجودوں سے اشرف و اولیٰ ہیں ظلی طور پر ہمیشہ کیلئے تا قیامت قائم رکھے سو اسی غرض سے خدا تعالیٰ نے خلافت کو تجویز کیا تا دنیا کبھی اور کسی زمانہ میں برکات رسالت سے محروم نہ رہے پس جو شخص خلافت کو صرف تیس برس تک مانتا ہے وہ اپنی نادانی سے خلافت کی علت غائی کو نظر انداز کرتا ہے اور نہیں جانتا کہ خدا تعالیٰ کا یہ ارادہ تو ہرگز نہیں تھا کہ رسول کریم کی وفات کے بعد صرف تیس برس تک رسالت کی برکتوں کو خلیفوں کے لباس میں قائم رکھنا ضروری ہے پھر بعد اس کے دنیا تباہ ہو جائے تو ہو جائے کچھ پرواہ نہیں بلکہ پہلے دنوں میں تو خلیفوں کا ہونا بجز شوکت اسلام پھیلانے کے کچھ اور زیادہ ضرورت نہیں رکھتا تھا کیونکہ انوار رسالت اور کمالات نبوت تازہ بتازہ پھیل رہے تھے اور ہزارہا معجزات بارش کی طرح ابھی نازل ہو چکے تھے اور اگر خدا تعالیٰ چاہتا تو اس کی سنت اور قانون سے یہ بھی بعید نہ تھا کہ بجائے ان چار خلیفوں کے اس تیس برس کے عرصہ تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر کو ہی بڑھا دیتا اس حساب سے تیس برس کے ختم ہونے تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کل 93 برس کی عمر تک پہنچتے اور یہ اندازہ اس زمانہ کی مقررہ عمروں سے نہ کچھ زیادہ اور نہ اس قانون قدرت سے کچھ بڑھ کر ہے جو انسانی عمروں کے بارے میں ہماری نظر کے سامنے ہے۔

پس یہ حقیر خیال خدا تعالیٰ کی نسبت تجویز کرنا کہ اس کو صرف اس امت کے تیس برس کا ہی فکر تھا اور پھر ان کو ہمیشہ کے لئے ضلالت میں چھوڑ دیا اور وہ نور جو قدیم سے انبیاء سابقین کی امت میں خلافت کے آئینہ میں وہ دکھلاتا رہا اس امت کے لیے دکھلانا اس کو منظور نہ ہوا۔ کیا عقل سلیم خدائے رحیم و کریم کی نسبت ان باتوں کو تجویز کرے گی ہرگز نہیں اور پھر یہ آیت خلافت ائمہ پر گواہ ناطق ہے۔ وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ ○ (الانبیاء: 106) کیونکہ یہ آیت صاف صاف پکار رہی ہے کہ اسلامی خلافت دائمی ہے اس لئے کہ یرثہا کا لفظ دوام کو چاہتا ہے وجہ یہ کہ اگر آخری نوبت فاسقوں کی ہو تو زمین کے وارث وہی قرار پائیں گے نہ کہ صالح اور سب کا وارث وہی ہوتا ہے جو سب کے بعد ہو۔

پھر اس پر بھی غور کرنا چاہئے کہ جس حالت میں خدا تعالیٰ نے ایک مثال کے طور پر سمجھا دیا تھا کہ میں اسی طور پر اس امت میں خلیفے پیدا کرتا رہوں گا جیسے موسیٰ کے بعد خلیفے پیدا کئے تو دیکھنا چاہئے تھا کہ موسیٰ کی وفات کے بعد خدا تعالیٰ نے کیا معاملہ کیا۔ کیا اس نے صرف تیس برس تک خلیفے بھیجے یا چودہ سو برس تک اس سلسلہ کو لمبا کیا۔ پھر جس حالت میں خدا تعالیٰ کا فضل ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہیں زیادہ تھا چنانچہ اس نے خود فرمایا وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا (النساء: 114) اور ایسا ہی اس امت کی نسبت فرمایا كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (آل عمران: 111) تو پھر کیونکر ہو سکتا تھا کہ حضرت موسیٰ کے خلیفوں کا چودہ سو برس تک سلسلہ ممتد ہو اور اس جگہ صرف تیس برس تک خلافت کا خاتمہ ہو جاوے اور...... جب کہ اس امت کو ہمیشہ کیلئے اندھا رکھنا ہی منظور ہے اور اس مذہب کو مردہ رکھنا ہی مدنظر ہے تو پھر یہ کہنا کہ تم سب سے بہتر ہو اور لوگوں کی بھلائی اور رہنمائی کے لئے پیدا کئے گئے ہو کیا معنی رکھتا ہے۔ کیا اندھا اندھے کو راہ دکھا سکتا ہے سواے لوگو جو مسلمان کہلاتے ہو برائے خدا سوچو کہ اس آیت کے یہی معنی ہیں کہ ہمیشہ قیامت تک تم میں روحانی زندگی اور باطنی بینائی رہے گی اور غیر مذہب والے تم سے روشنی حاصل کریں گے اور یہ روحانی زندگی اور باطنی بینائی جو غیر مذہب والوں کو حق کی دعوت کرنے کیلئے اپنے اندر لیاقت رکھتی ہے یہی وہ چیز ہے جس کو دوسرے لفظوں میں خلافت کہتے ہیں پھر کیونکر کہتے ہو کہ خلافت صرف تیس برس تک ہو کر پھر زاویہ عدم میں مخفی ہو گئی۔ اِتَّقُوا اللّٰهَ۔ اِتَّقُوا اللّٰهَ۔ اِتَّقُوا اللّٰهَ۔

(شہادت القرآن، رُوحانی خزائن جلد 6، صفحہ 352-355)

......☆......☆......☆......

’’جلسہ اعظم مذاہب‘‘ لاہور کا ایمان افروز آنکھوں دیکھا حال

حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی رضی اللہ عنہ کے قلم سے

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے معرکۃ الآراء لیکچر ’’اِسلامی اصول کی فلاسفی‘‘ کے متعلق حضرت بھائی عبدالرحمن صاحب قادیانی رضی اللہ عنہ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک مضمون بعنوان ’’جلسہ اعظم مذاہب، لیکچر اسلامی صول کی فلاسفی‘‘ 20 رجولائی 1946ء کو تحریر فرمایا تھا۔ یہ مضمون قارئین کے استفادہ کے لیے سیرۃ المہدی جلد دوم سے پیش کیا جارہا ہے۔ **اس مضمون میں آپؓ نے اس جلسہ اور لیکچر کا نہایت ایمان افروز آنکھوں دیکھا حال بیان فرمایا ہے۔**(ادارہ)

(1) سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جوش تبلیغ اور اعلائے کلمۃ اللہ کیلئے لگن اور دُھن کی کیفیت کا بیان انسانی طاقت سے باہر ہے۔ اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ۔ حضور کا منصب وکام ہی خداوند عالم نے اسلام کو تمام دوسرے مذاہب پر غالب کر دکھانا مقرر فرمایا ہے اور جن خواص کو یہ خدمات تفویض ہوا کرتی ہیں ان کے بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ کا حکم الٰہی ہمیشہ قائم ہوتا ہے۔

حضور پُرنور نے حق تبلیغ کی ادائیگی میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی اور نہ ہی کوئی فروگذاشت کی۔ کیا دن، کیا رات حضور کو یہی فکر رہتی اور حضور کوئی موقع تبلیغ کا ہاتھ سے جانے نہ دیا کرتے۔ اٹھتے بیٹھتے چلتے اور پھرتے خلوت میں اور جلوت میں الغرض ہر حال میں اسی فکر اور اسی دھن میں رہتے۔ چنانچہ حضور پُرنور کی سوانح کا ہر ورق اور حیات طیبہ کا ہر لمحہ بزبان حال اس بیان کا گواہ اور شاہد عادل ہے۔ لمبے مطالعہ اور حضور کی تصانیف کی گہرائیوں کو الگ رکھ کر اگر حضور کے صرف ایک دوورقہ اشتہار پر ہی بہ نیت انصاف، تعصب سے الگ ہو کر نظر ڈالی جائے جو حضور نے 9 ردسمبر 1890ء کو شائع فرمایا تو یقیناً میرے اس بیان کی تصدیق کرنا پڑے گی۔ اور حضور کی اس سچی تڑپ اور خلوص نیت ہی کا نتیجہ تھا کہ اللہ تعالیٰ بھی ہر رنگ میں آپ کی غیر معمولی تائید ونصرت فرماتا اور غیب سے سامان مہیا فرما دیا کرتا اور حضور خدا کے اس فضل واحسان کا اکثر تحدیث نعمت کے طور پر یوں ذکر فرمایا کرتے کہ:

’’خدا کا کتنا فضل واحسان ہے کہ ادھر ہمارے دل میں ایک خواہش پیدا ہوتی ہے یا کوئی ضرورت پیش آتی ہے اور ادھر اللہ تعالیٰ اسکے پورا کرنے کے سامان مہیا کر دیتا ہے۔‘‘

(2) 1892ء کے نصف دوم کا زمانہ تھا کہ اچانک ایک اجنبی انسان، سادھو منش، بھگوے کپڑوں میں ملبوس شوگن چندر نام وارد قادیان ہوا اور جلد ہی ہماری مجالس کا ایک بے تکلف رکن نظر آنے لگا۔ ایک آدھ دن سیدنا حضرت حکیم الامۃ مولانا مولوی نورالدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس میں شریک ہوا تو دوسرے ہی روز وہ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دربار شام اور صبح کی سیر میں شامل ہو کر حضور کی خاص توجہات کا مورد بن گیا۔ کیونکہ وہ شخص اپنے آپ کو حق کا متلاشی اور صداقت کا طالب ظاہر کرتا ہوا اپنی روحانی پیاس بجھانے کیلئے آسمانی پانی کی تلاش میں دور ونزدیک، قریہ بقریہ بلکہ کوبکو سرگردان پھرتا ہوا قادیان کی مقدس بستی میں اپنے مدعا ومقصود کے حصول کی امید لے کر آیا اور کچھ لے کر ہی لوٹنے کی نیت سے پہنچا تھا اور اس کی نیک نیتی ہی کا نتیجہ تھا کہ وہ باوجود بالکل غیر ہونے کے بہت جلد اپنا لیا گیا۔ وہ نہ صرف سادھو تھا جو بھگوے کپڑوں میں اپنا فقر وحاجات چھپائے تھا اور نہ ہی کوئی ایسا سوالی جس کو دام ودرہم کی ضرورت اور روپیہ پیسہ کا لالچ قادیان میں تقسیم ہوتے خزائن کی خبریں یہاں کھینچ لائی ہوں بلکہ واقعہ میں متلاشی حق اور طالب صداقت تھا ورنہ خدا کا برگزیدہ مسیح الزمان جسکی فراست کامل جو ہر شناس تھی اور جو خدا کے عطاء فرمودہ نور سے دیکھا کرتا تھا یوں اسکی طرف ملتفت نہ ہو جاتا۔

(3) شوگن چندر ایک تعلیم یافتہ اور معقول انسان تھا جو گورنمنٹ میں کسی اچھے عہدے پر فائز تھا۔ بعض حوادث نے دنیا کی بے ثباتی کا ایک نہ مٹنے والا خیال اس کے دل ودماغ پر مستولی کر دیا۔ اس کی بیوی اور بچے بلکہ خویش واقارب تک اس سے جدا ہو گئے اور وہ یک وتنہا رہ گیا۔ دل ودماغ میں پیدا شدہ تحریک نے اندر ہی اندر پرورش پائی۔ فانی چیزوں کے اثرات نے اس کے خیالات کی رَو کا رخ کسی غیر فانی اور قائم بالذات ہستی کی تلاش کی طرف پھیر دیا جس سے متاثر ہو کر اس نے ملازمت چھوڑ کر ترک دنیا اور تلاش حق کا عزم کر لیا اور سادھو بن کر جابجا گھومنے اور ڈھونڈنے میں مصروف ہو گیا۔ نہ معلوم کتنا عرصہ پھرا اور کہاں کہاں گیا۔ اس نے کیا کچھ دیکھا اور سنا جس کے بعد کسی نے اس کو ہمارے آقا ومولا، ہادی و راہ نمائے زمان کا پتہ دیا اور قادیان کی نشان دہی کی جس پر وہ صدق دلانہ اخلاص وعقیدت سے پہنچ کر حصول مقصد ومدعا کی کوشش میں مصروف ہو گیا۔ حضور کی صحبت میں رہ کر فیض پانے لگا اور ہوتے ہوتے ایسا گرویدہ ہوا کہ اسکی ساری خوشی، تسلی واطمینان حضور کی صحبت اور کلمات طیبات سے وابستہ ہو گئے جس کی وجہ سے وہ یہیں ٹِک جانے پر آمادہ ہو گیا مگر اللہ تعالیٰ کو اسکے ذریعہ اپنا ایک نشان ظاہر کرنا منظور اور کرشمہ قدرت دکھانا مطلوب تھا جس کیلئے اسی ذات بابرکات نے اتنے تغیرات کئے اور ذرات عالم پر خاص تصرفات فرمائے اور ایک شخص کو قادیان پہنچایا جو کبھی لالہ پھر مسٹر اور باوا اور آخری سوامی شوگن چندر کے نام سے موسوم ہوا۔

(4) مہمان نوازی کا خلق شیوۂ انبیاء ہے اور حضور پُرنُور کو اس خلق میں کمال حاصل تھا۔ اسکے ساتھ ہی ساتھ حسن سلوک اور احسان ومروت میں حضور اپنی مثال صرف آپ ہی تھے۔ تالیف قلوب کے وصف عظیم کے ساتھ ہمدردی وخیر خواہی خلق کا جذبہ حضور میں بےنظیر وعدیم المثال تھا اور ان تمام خصائل حسنہ اور فضائل کے علاوہ حق وصداقت اور علم وحکمت کے خزائن حضور کے ساتھ تھے جو حضور کے تعلق باللہ اور مقبول بارگاہ ہونے کی دلیل تھے اور ان حقائق کے ساتھ ہی ساتھ خدا سے ہمکلامی کا شرف اور قبولیت دعا کے نمونے ایسی نعماء تھیں جن سے کوئی بھی نیک فطرت اور پاک طینت متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتا تھا اور درحقیقت یہی وہ چیزیں ہیں جن کو ناواقف دنیا نے جادو اور سحر کا نام دے کر حضور پرنور سے دنیا جہاں کو دور رکھنے کی ناکام سعی کی ہے۔ سوامی شوگن چندر بھی ان کرامات کا شکار ہوئے اور جس چیز کی ان کو تلاش تھی اور دنیا میں وہ چیز ان کو کہیں بھی نہ ملی تھی آخر خدا کی خاص حکمت کے ماتحت ان کو قادیان میں وہ کچھ مل گیا جس کی انہیں جستجو تھی۔ اور وہ کچھ انہوں نے یہاں دیکھا جو دنیا جہاں میں انہوں نے دیکھا نہ سنا تھا۔ وہ خوش تھے اپنی خوش بختی پر کہ ان کو جس چیز کی خواہش اور تلاش تھی آخر خدا تعالیٰ نے عطا کر دی مگر ہمارے آقائے نامدار اس سے بھی کہیں زیادہ خوش تھے خدا کے اس فضل پر کہ اس نے حضور کی ایک دلی خواہش کے پورا کرنے کیلئے شوگن چندر صاحب کا وجود پیدا فرما دیا ہے۔

(5) حضور کی دیرینہ خواہش تھی کہ مذاہب عالم کی ایک کانفرنس ہو جس میں حضور کو قرآن کریم کے فضائل وکمالات اور معجزات ومحاسن اسلام بیان کرنے کا موقع ملے۔ ہر ایک مذہب کا نمائندہ اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کرے تا اس میدان مقابلہ میں اعلائے کلمۃ اللہ ہو۔ اسلام کی برتری اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا اظہار ہو۔ سو حضور کی اس خواہش کو پورا کرنے کیلئے اللہ کریم نے سوامی صاحب کو قادیان پہنچایا جنہوں نے حضور کی اس تجویز کو حق وباطل میں امتیاز کا حقیقی ذریعہ اور سچی کسوٹی یقین کر کے اسکے انعقاد کیلئے اپنی خدمات پیش کیں اور پھر ہمہ تن سعی بن کر اس کام میں لگ گئے۔ ہندو اور پھر گیروے لباس کی وجہ سے بھی اور علم وتجربہ کے باعث بھی ان کو ہندوؤں کے ہر خیال اور طبقہ میں رسوخ میسر آتا گیا اور ان کی تجویز پر غور کیا جانے لگا اور اس کام کیلئے ایک حرکت پیدا ہو گئی۔ مرکزی ہدایات۔ صلاح اور مشورے ان کیلئے پیش آمدہ مشکلات کا حل بنتے اور اس بیل کے منڈھے چڑھ جانے کی خاطر ان کی ہر رنگ میں مدد اور حوصلہ افزائی کی جاتی رہی۔ کبھی وہ خود بطریق احتیاط قادیان آتے تو کبھی خاص پیامبروں کے ذریعہ ان کی ضروریات کا انتظام کیا جاتا رہا اور اس طرح ہوتے ہوتے مطلوبہ کانفرنس کے قیام کی جھلک نظر آنے لگ گئی۔ حضور پُرنور کی راہ نمائی میں ایک ڈھانچہ تیار کیا گیا اور کام کرنے والے آدمیوں اور اخراجات کے کثیر حصہ کا انتظام سیدنا حضرت اقدس کی طرف سے دیکھ کر اس ڈھانچہ میں زندگی کے آثار بھی نمودار ہو گئے۔ اور اس طرح سوامی شوگن چندر صاحب نے گویا حضور کی اس دینی خواہش کے

پورا کرنے میں ایک غیبی فرشتہ کا کام کیا۔

(6) آخر خدا خدا کر کے بڑی مشکل گھاٹیوں کو عبور کرنے اور بے آب وگیاہ جنگلوں کو طے کرنے کے بعد اس جلسہ یعنی ’’جلسہ اعظم مذاہب‘‘ کے انعقاد کی تاریخوں کا بھی اعلان ہو گیا جو 26 لغایت 28 دسمبر 1896ء مقرر ہوئیں۔ اور ٹاؤن ہال لاہور میں اس کے انعقاد کا اعلان کیا گیا۔ ایک کمیٹی معززین ورؤساء کی جس میں علم دوست اصحاب شامل تھے، ترتیب پا چکی تو اس اطلاع پر سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اتنی خوشی ہوئی جیسے دنیا جہان کی بادشاہت کسی کو مل جائے۔

تب حضور نے اس جلسہ کے واسطے مضمون لکھنے کا ارادہ فرمایا مگر مصلحت الٰہی سے حضور کی طبیعت ناساز ہو گئی اور یہ سلسلہ کچھ لمبا بھی ہو گیا مگر چونکہ جلسہ کی تاریخیں قریب تھیں اور اندیشہ تھا کہ مضمون رہ ہی نہ جائے حضور نے بحالت بیماری و تکلیف ہی مضمون لکھنا شروع فرما دیا اور چونکہ حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم ومغفور رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان ایام میں کسی ضرورت کے ماتحت سیالکوٹ جا کر بیمار ہو گئے اور ان کی بیماری کی اطلاعات سے اندیشہ تھا کہ وہ جلسہ پر نہ پہنچ سکیں گے اس پر لمبی سوچ بچار اور مشورہ کے بعد فیصلہ ہوا کہ حضور کا مضمون خواجہ کمال الدین صاحب پڑھیں چنانچہ اس فیصلہ کے ماتحت یہ تجویز کی گئی کہ:

(الف) حضور کا مضمون جسے محترم حضرت منشی جلال الدین صاحب متوطن بلانی ضلع گجرات نقل کرتے تھے کہ حضرت پیر جی سراج الحق صاحب نعمانی کے سپرد یہ کام کیا گیا کتابت کے طریق پر لکھا جائے تا کہ خواجہ صاحب کو پڑھنے میں دقت نہ ہو مگر حضور پرنور کے پھر بیمار ہو جانے کی وجہ سے جب مضمون کی تیاری میں وقفہ پڑ گیا تو ہر دو اصحاب نے مل کر اس کو مکمل کیا۔

(ب) اس مضمون میں جس قدر آیات قرآنی۔ احادیث یا عربی عبارات آئیں وہ علیحدہ خوش خط لکھا کر خواجہ صاحب کو اچھی طرح سے رٹا دی جائیں تا کہ جلسہ میں پڑھتے وقت کسی قسم کی غلطی یا رکاوٹ مضمون کو بے لطف و بے اثر ہی نہ بنا دے۔

(7) حضور پُرنُور کا یہ مضمون خوشخط لکھا ہوا صبح کی سیر میں لفظاً لفظاً سنایا جایا کرتا تھا اور حضور کی عام عادت بھی یہی تھی کہ جو بھی کتاب تصنیف فرمایا کرتے یا اشتہار و رسائل لکھا کرتے ان کے مضامین کو مجلس میں بار بار دہرایا کرتے تھے۔ اتنا کہ باقاعدہ حاضر رہنے والے خدام کو وہ مضامین ازبر ہو جایا کرتے تھے۔ ان ایام کی سیر صبح عموماً قادیان کے شمال کی جانب موضع بٹر کی طرف ہوا کرتی تھی اور اسی مضمون کے سننے کی غرض سے قادیان میں موجود احباب اور مہمان قریباً تمام ہی شوق اور خوشی سے شریک سیر ہوا کرتے جنکی تعداد تخمیناً پندرہ بیس یا پچیس تک ہوا کرتی تھی۔ مضمون کے بعض حصوں کی تشریح بھی حضور چلتے چلتے فرماتے جایا کرتے تھے۔ یہ تحریر و تقریر نئے نئے نکات۔ عجیب در عجیب معارف اور ایمان افروز حقائق و دلائل کی حامل ہوا کرتی تھی۔ ان دنوں کی سیر صبح میں جس کے لئے حضور باوجود بیماری اور ضعف کے نکلا کرتے تھے بعد میں معلوم ہوا کہ مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی کے بعض جاسوس بھی حضور کے اس مضمون کو سن کر ان کو رپورٹ پہنچایا کرتے تھے چنانچہ حضور کے مضمون کی اکثر آیات جن کو حضور نے موقع و محل پر موتیوں کی لڑی کی طرح سجا کر ان سے استنباط فرمائے ہیں مولوی صاحب نے اپنے مضمون میں یکجا جمع کر دی ہیں جن کا وہاں ربط ہے نہ موقع و محل اور جوڑ۔

(8) جناب خواجہ کمال الدین صاحب مضمون کو پڑھا کرتے۔ پڑھنے کے طریقوں کی مشق کیا کرتے تھے اور ان کی کوشش ہوا کرتی تھی کہ پڑھنے کے طریق و بیان میں کوئی جدّت پیدا کریں جس سے سامعین زیادہ سے زیادہ متاثر ہو سکیں۔ آیات قرآنی۔ احادیث یا عربی الفاظ وفقرات کو ازبر کرنے کی کوشش کیا کرتے۔ قدرت نے خواجہ صاحب کو جہاں اردو خوانی میں خاص ملکہ دیا تھا وہاں آیات قرآنی کی تلاوت میں باوجود کوشش کے بہت کچھ خامی پائی جاتی تھی جسے خواجہ صاحب محنت اور شوق کے باوجود پورا کرنے سے قاصر تھے۔ مزید برآں انہی ایام میں بعض ان کے ہمراز دوستوں کی زبانی معلوم ہوا کہ دراصل خواجہ صاحب کو مضمون کی بلند پائیگی، کمال ونفاست اور عمدگی کے متعلق بھی شکوک تھے جس کا اثر ان کے طرز ادا و بیان پر پڑنا لازمی تھا اور عجب نہیں کہ یہ بات سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تک بھی جا پہنچی ہو۔

(9) جلسہ سے چند ہی روز قبل اللہ تعالیٰ نے حضور کو الہاماً اس مضمون کے متعلق بشارت دی کہ ’’یہ وہ مضمون ہے جو سب پر غالب آئے گا۔‘‘ اور اس کی مقبولیت دلوں میں گھر کر جائے گی اور کہ یہ امر بطور ایک ’’نشان صداقت‘‘ ہو گا۔ چنانچہ حضور پرنور نے 21/ دسمبر 1896ء کو ایک اشتہار بعنوان

’’سچائی کے طالبوں کیلئے ایک عظیم الشان خوشخبری‘‘

لکھ کر کاتب کے حوالے کیا اور مجھ ناچیز غلام کو یاد فرما کر یہ اعزاز بخشا اور فرمایا کہ

’’میاں عبدالرحمن! اس اشتہار کو چھپوا کر خود لاہور لے جاؤ اور خواجہ صاحب کو (جو کہ ایک ہی روز پہلے انتظامات جلسہ کیلئے لاہور بھیجے گئے تھے) کو پہنچا کر ہماری طرف سے تاکید کر دینا کہ ’’اس کی خوب اشاعت کریں۔ ضرورت ہو تو وہیں اور چھپوا لیں۔ ہماری طرف سے ان کو اچھی طرح تاکید کرنا کیونکہ وہ بعض اوقات ڈر جایا کرتے ہیں، بار بار اور زور سے یہ پیغام پہنچا دینا کہ ڈرنے کی کوئی بات نہیں۔ لوگوں کی مخالفت کا خیال اس کام میں ہرگز روک نہ بنے۔ یہ انسانی کام نہیں کہ کسی کے روکے رک جائے بلکہ خدا کا کام ہے جو بہرحال پورا ہو کر رہے گا۔‘‘

(10) اشتہار قریباً آدھی رات کو تیار ہوا اور میں اسی وقت لے کر پیدل بٹالہ کو روانہ ہو گیا۔ 22/ دسمبر 1896ء کی دوپہر کے قریب لاہور پہنچا۔ جناب خواجہ صاحب اس زمانہ میں لاہور کی مشہور مسجد مسجد وزیر خان کے عقب کی ایک تنگ سی گلی میں رہا کرتے تھے جہاں میں انکو تلاش کر کے جا ملا اور اشتہارات کا بنڈل اور حضور کا حکم کھول کھول کر سنا دیا بلکہ بار بار دہرا بھی دیا۔ خواجہ صاحب کے ساتھ اس وقت دو اور دوست بھی وہاں موجود تھے جن کے نام مجھے یاد نہیں رہے۔ خواجہ صاحب نے بنڈل اشتہارات کا کھولا اور مضمون اشتہار پڑھا اور میں نے دیکھا کہ چہرہ اُن کا بجائے بشاش اور خوش ہونے کے افسردہ و اداس سا ہو گیا اور مجھ سے مخاطب ہو کر فرمانے لگے۔

’’میاں! حضرت کو کیا علم کہ ہمیں یہاں کن مشکلات کا سامنا ہو رہا ہے۔ اور مخالفت کا کتنا زور ہے۔ ان حالات میں اگر یہ اشتہار شائع کیا گیا تو یہ ایک تودۂ بارود میں چنگاری کا کام دے گا اور عجب نہیں کہ نفس جلسہ کا انعقاد ہی ناممکن ہو جائے۔ موقع پر موجودگی اور حالات کی پیچیدگی سے آخر ہم پر بھی کوئی ذمہ واری آتی ہے۔ اچھا جو خدا کرائے، انشاء اللہ کریں گے۔‘‘

آخر سوچ بچار۔ صلاح مشوروں اور اونچ نیچ۔ اتار چڑھاؤ کی دیکھ بھال کے بعد دوسری یا تیسری رات کے اندھیروں میں بعض غیر معروف مقامات پر چند اشتہارات چسپاں کرائے جن کا عدم و وجود یکساں تھا کیونکہ غیر معروف مقامات کے علاوہ وہ اشتہار اتنے اونچے لگائے گئے تھے کہ اوّل تو کوئی دیکھے ہی نہیں اور اگر دیکھ پائے تو پڑھ ہی نہ سکے۔

(11) میں نے دیکھا اور سنا بھی کہ سیدنا حضرت اقدس کے اصل مضمون کا حصہ خواجہ صاحب قادیان سے اپنے ساتھ لاہور لائے تھے اس کا مطالعہ اور آیات قرآنی کی تلاوت کی مشق کا سلسلہ بھی جاری تھا۔ خواجہ صاحب کے لاہور چلے آنے کے بعد جو جو حصہ مضمون تیار ہوتا جاتا اسکی نقل ان کو لاہور پہنچائی جاتی رہتی اور یہ سلسلہ 25/ دسمبر 1896ء کی شام تک جاری رہا تھا یا شاید 26/ دسمبر کی رات تک بھی۔

(12) جلسہ خدا کے فضل سے ہوا۔ بہتر جگہ اور بہتر انتظام کے ماتحت ہوا اور واقعی سخت مخالفتوں کے طوفان اور مشکلات کی کٹھن اور خطرناک گھاٹیوں کو عبور کرنے کے بعد ہوا۔ بڑی بڑی روکیں کھڑی کی گئیں۔ طرح طرح کے حیلے اور باریک در باریک چالیں چلی گئیں مگر بالآخر ہندو و یہود اور ان کے معاون و مددگاروں کا خیبری قلعہ ٹوٹا اور بعینہٖ وہی ہوا جس کا نقشہ الہام الٰہی

’’اللہ اکبر خربت خیبر‘‘

میں بیان ہوا تھا۔ دشمنوں نے ٹاؤن ہال نہ لینے دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس سے بھی بہتر سامان کر دیا اور اسلامیہ ہائی سکول اندرون شیرانوالہ دروازہ کی وسیع اور دو منزلہ عمارت، لمبے چوڑے صحن، بڑے بڑے کمروں، ہال کمرہ اور گیلریوں کو ملا کر ایک بڑی عظم الشان عمارت جو ایک بڑے اجتماع کیلئے کافی اور موزوں تھی خدا نے دلا دی۔ 26/ دسمبر کا روز جلسہ کا پہلا دن تھا۔ حاضری حوصلہ افزا نہ تھی۔ سیدنا حضرت اقدس مسیح پاک علیہ اَلَفُ اَلَفُ صلوٰۃٍ وَالسَّلام کے مضمون کیلئے 27/ دسمبر کا دن اور ڈیڑھ بجے دوپہر کا وقت مقرر تھا۔ خدا کی قدرت کا کرشمہ اور اسکے خاص فضل کا نتیجہ تھا کہ حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب وفور عشق ومحبت سے بیتاب ہو کر والہانہ رنگ میں وقت سے پہلے لاہور پہنچ گئے جنکی تشریف آوری سے ہم لوگوں کیلئے خاص تسکین اور خوشی کے سامان اللہ تعالیٰ نے بہم پہنچا دیئے۔

(13) حالات کی ناموافقت۔ جوش مخالفت اور قسما قسم کی مشکلات نیز وقت کی ناموزونیت کے باعث خطرہ تھا اور فکر دامنگیر کہ جلسہ شاید حسب دل خواہ بارونق نہ ہو سکے گا مگر شان ایزدی کہ خلق خدا یوں کھچی چلی آ رہی تھی جیسے فرشتوں کی فوج اسے دھکیلے لا رہی ہو اور ان کی تحریک کا اتنا گہرا اثر ہوا کہ مخلوق کے دل

بدل گئے اور ان کے قلوب میں بجائے عداوت ونفرت کے عشق و محبت بھر گئی۔ مخالفوں کی مخالفت نے کھاد کا کام دیا اور روکنے وشرارت کرنے والوں کے غوغا نے لوگوں کی توجہ کو جلسہ کی طرف پھیر دیا جس سے لوگ کشاں کشاں تیز قدم ہو ہو کر جلسہ گاہ کی طرف بڑھے اور ہوتے ہوتے آخر نوبت یہاں تک پہنچی کہ صحن اور اس کے تمام بغلی کمرے اور ہال بھر گیا۔ اوپر کی گیلریوں میں تِل دھرنے کو جگہ نہ رہی اور ہجوم اس قدر بڑھا کہ گنجائش نکالنے کو سمٹنا اور سکڑنا پڑا۔ دسمبر کی تعطیلات کی وجہ سے جا بجا جلسے۔ کانفرنسیں اور میٹنگیں ہو رہی تھیں۔ لوگوں کی مصروفیات ان کے دنیوی کاموں میں انہماک اور مادی فوائد کے حصول کی مساعی کی موجودگی میں ایک خالص مذہبی جلسہ و کانفرنس میں اس کثرت ہجوم کو دیکھنے والا ہر کس وناکس اس منظر سے متاثر ہو کر اس حاضری کی کامیابی کو غیر معمولی، خاص اور خدائی تحریک وتصرّف کا نتیجہ کہنے پر مجبور تھا اور ایک ہندو کو اس سے انکار تھا نہ ہی سکھ اور آریہ سماجی کو۔ مسلمان کو اس سے اختلاف تھا نہ عیسائی یہودی یا دیو سماجی کو بلکہ ہر فرقہ وطبقہ کے لوگ آج کے اس خارق عادت جذب اور بے نظیر کشش سے متاثر اور دل ان کے سچ مچ مرعوب ہو کر نرم تھے۔ دیکھنے اور سننے میں فرق ہوتا ہے اس تقریب کی تصویر الفاظ میں ممکن نہیں۔ مختصر یہ کہ وہ اجتماع اپنے ماحول کے باعث یقیناً عظیم الشان، بے نظیر اور لاریب غیر معمولی تھا۔

(14) مضمون کا شروع ہونا تھا کہ لوگ بے اختیار جھومنے لگے اور ان کی زبانوں پر بے ساختہ سبحان اللہ! اور سبحان اللہ! کے کلمات جاری ہو گئے۔ سنا ہوا تھا کہ علم توجہ اور مسمریزم سے ایک معمول سے تو یہ کچھ ممکن ہو جاتا ہے مگر ہزاروں کے ایک ایسے مجمع پر جس میں مختلف قویٰ۔ عقاید اور خیال کے لوگ جمع تھے اس کیفیت کا مسلط ہو جانا یقیناً خارق عادت اور معجزانہ تاثیر کا نتیجہ تھا۔ یہ درست ہے کہ حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب کو قرآن کریم سے ایک عشق تھا اور اللہ تعالیٰ نے آواز میں بھی ان کی لحن داؤدی کی جھلک پیدا کر رکھی تھی نیز وہ ان آیات ومضامین کے ربط اور حقائق سے متاثر ہو کر جس رقت، سوز اور جوش سے تلاوت فرماتے آپ کا وہ پڑھنا آپ کی قلبی کیفیات اور لذت وسرور کے ساتھ مل کر سامعین کو متاثر کئے بغیر نہ رہتا تھا مگر اس مجلس کی کیفیت بالکل ہی نرالی تھی اور کچھ ایسا سماں بندھا کہ اول تا آخر آیات قرآنی کیا اور ان کی تشریح وتفسیر کیا، سارا ہی مضمون کچھ ایسا فصیح، بلیغ، مؤثر اور دلچسپ تھا کہ نہ مولانا موصوف کے لہجہ میں فرق آیا اور نہ جوش لذت ہی پھیکے پڑے۔ معارف کی فراوانی کے ساتھ عبارت کی سلاست وروانی اور مضمون کی خوبی وثقاہت نے حاضرین کو کچھ ایسا ازخود رفتہ بنا دیا جیسے کوئی مسحور ہوں۔ میں نے کانوں سنا کہ ہندو اور سکھ بلکہ کٹّر آریہ سماجی اور عیسائی تک بے ساختہ سبحان اللہ! سبحان اللہ! پکار رہے تھے۔

ہزاروں انسانوں کا یہ مجمع اس طرح بے حس وحرکت بیٹھا تھا جیسے کوئی بت بے جان ہوں اور ان کے سروں پر اگر پرندے بھی آن بیٹھتے تو تعجب کی بات نہ تھی۔ مضمون کی روحانی کیفیت دلوں پر حاوی اور اسکے پڑھے جانے کی گونج کے سوا سانس تک لینے کی آواز نہ آتی تھی حتیّٰ کہ قدرت خداوندی سے اس وقت جانور تک خاموش تھے اور مضمون کے مقناطیسی اثر میں کوئی خارجی آواز رخنہ انداز نہیں ہو رہی تھی۔ کم وبیش متواتر دو گھنٹے یہی کیفیت رہی۔

افسوس کہ میں اس کیفیت کے اظہار کے قابل نہیں۔ کاش میں اس لائق ہوتا کہ جو کچھ میں نے وہاں دیکھا اور سنا اسکے عکس کا عشر عشیر ہی بیان کرسکتا جس سے اس علمی معجزہ ونشان کی عظمت دنیا پر واضح ہو کر خلق خدا کے کان حق کے سننے کو اور دل اسکے قبول کرنے کو آمادہ وتیار ہوتے جس سے دنیا جہان کے گناہ، معاصی اور غفلتیں دور ہو کر ہزاروں انسان قبول حق کی توفیق پا جاتے۔

(15) ساڑھے تین بج گئے۔ وقت ختم ہو گیا جس کی وجہ سے چند منٹ کیلئے اس پُر لذت وسرور کیفیت میں وقفہ ہوا۔ اگلا نصف گھنٹہ مولوی مبارک علی صاحب سیالکوٹی کے مضمون کیلئے تھا۔ انہوں نے جلدی سے کھڑے ہو کر پبلک کے اس تقاضا کو کہ ’’یہی مضمون جاری رکھا جائے نیز کسی اور کی بجائے اسی مضمون کو وقت دیا جائے اسی مضمون کو مکمل وپورا کیا جائے‘‘ اپنا وقت دے کر پورا کر دیا بلکہ اعلان کیا کہ میں اپنا وقت اور اپنی خواہش اس قیمتی مضمون پر قربان کرتا ہوں۔ چنانچہ پھر وہی پیاری۔ مرغوب اور دلکش و دلنشیں داستان شروع ہوئی اور پھر وہی سماں بندھ گیا۔ چار بج گئے مگر مضمون ابھی باقی تھا اور پیاس لوگوں کی بجائے کم ہونے کے بڑھی جا رہی تھی۔ سامعین کے اصرار اور خود منتظمین کی دلچسپی کی وجہ سے مضمون پڑھا جاتا رہا حتیّٰ کہ ساڑھے پانچ بج گئے۔ رات کے اندھیرے نے اپنی سیاہ چادر پھیلانی شروع کر دی۔ مجبوراً یہ نہایت ہی میٹھی اور پُر معرفت اور مسرت بخش مجلس اختتام کو پہنچی اور بقیہ مضمون 29 دسمبر کیلئے ملتوی کیا گیا۔

کوئی دل نہ تھا جو اس لذت وسرور کو محسوس نہ کرتا ہو۔ کوئی زبان نہ تھی جو اسکی خوبی و برتری کا اقرار واعتراف نہ کرتی اور اس کی تعریف وتوصیف میں رطب اللسان نہ تھی۔ ہر کوئی اپنے حال اور قال سے اقرار واعتراف کر رہا تھا کہ واقعی یہ مضمون سب پر غالب رہا اور اپنی بلندی، لطافت اور خوبی کے باعث اس جلسہ کی زینت۔ روح رواں اور کامیابی کا ضامن ہے۔ نہ صرف یہی بلکہ ہم نے اپنے کانوں سنا اور آنکھوں دیکھا کہ کئی ہندو اور سکھ صاحبان مسلمانوں کو گلے لگا لگا کر کہہ رہے تھے کہ

’’اگر یہی قرآن کی تعلیم اور یہی اسلام ہے جو آج مرزا صاحب نے بیان فرمایا ہے تو ہم لوگ آج نہیں تو کل اس کو قبول کرنے پر مجبور ہوں گے اور اگر مرزا صاحب کے اسی قسم کے ایک دو مضمون اور سنائے گئے تو اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اسلام ہی ہمارا بھی مذہب ہوگا۔‘‘

(16) آج کا جلسہ 27/دسمبر برخاست ہو گیا۔ لوگ گھروں کو جا رہے تھے جلسہ گاہ کے دروازہ پر میں نے دیکھا کہ اسکے دونو طرف دو آدمی کھڑے سیدنا حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وہی اشتہار تقسیم کر رہے تھے جو حضور پُرنور نے میرے ہاتھ خاص تاکیدی احکام کے ساتھ بھجوایا تھا تا کہ معروف مقامات پر چسپاں کیا جائے اور جلسہ سے پہلے ہی پہلے کثرت سے شائع کیا جاوے بلکہ یہ بھی تاکید تھی کہ یہ تھوڑا ہے ضرورت کے مطابق لاہور ہی میں اور طبع کرا لیا جائے تا کہ قبل از وقت اشاعت سے اس خدائی نشان کی عظمت کا اظہار ہو جس سے سعید روحیں قبول حق کیلئے تیار ہوں مگر ہوا یہ کہ خواجہ کمال الدین صاحب کے خوف کھانے کی وجہ سے پہلے دنیا جہان نے خدائی نشان کی عظمت کا مشاہدہ کیا اور اسکے غلبہ کا اقرار واعتراف اور بعد میں ان کو وہ اشتہار پہنچایا گیا جو کئی روز قبل چھاپا اور اچھی طرح شائع کرنے کو بھیجا گیا تھا چنانچہ جب سیدنا حضرت اقدس مسیح پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خواجہ صاحب کی اس کمزوری و کوتاہی کا علم ہوا تو حضور پُرنور بہت خفا ہوئے اور کئی دن تک جب جب بھی اس نشان الٰہی کا ذکر ہوا کرتا یا بیرونجات سے اس کامیابی کے متعلق رپورٹیں ملتیں ساتھ ہی خواجہ صاحب کی اس کمزوری پر اظہار افسوس بھی سننے میں آیا کرتا تھا۔

مضمون کی مقبولیت اور پبلک کے اصرار وتقاضا سے متاثر ہو کر مینجنگ کمیٹی کا اجلاس خاص منعقد ہوا اور اس میں یہ قرارداد پاس کی گئی کہ حضرت مرزا صاحب کے مضمون کی تکمیل کیلئے مجلس اپنے پروگرام میں ایک دن بڑھا کر 29/دسمبر کا چوتھا دن شامل کرتی ہے۔

حضور کے مضمون کی غیر معمولی مقبولیت غیروں کو کب بھاتی تھی۔ مولوی محمد عبداللہ صاحب نے ایزادیٔ وقت کی اس خصوصیت اور اہمیت کو کم کرنے کیلئے کوشش کر کے اپنے لئے بھی وقت بڑھائے جانے کی خواہش کی چنانچہ نصف گھنٹہ ان کیلئے بھی بڑھا دیا گیا مگر دوسرے روز خود تشریف ہی نہ لائے اور اپنا وقت مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کیلئے وقف کر دیا جس کی وجہ ظاہر ہے عیاں راچہ بیاں۔ مگر خدا کی شان! حاضری اتنی حوصلہ شکن تھی کہ جلسہ گاہ کے بھر جانے کی انتظار ہی انتظار میں وقت گزرنے لگا نہ مجلس کل کی طرح پُر رونق ہوا اور نہ مولوی محمد حسین صاحب کھڑے ہوں۔ آخر بہت انتظار کے باوجود جب وہ خواہش پوری ہوتی نظر نہ آئی تو بادل ناخواستہ مجبوراً کھڑے ہوئے اور جو کچھ لکھا تھا پڑھ دیا اور زیادہ وقت لینے کے باوجود نہ خود خوش ہوئے نہ پبلک نے کوئی داد دی۔

(17) 29/دسمبر کی صبح ساڑھے نو بجے کارروائی جلسہ شروع ہونے والی تھی۔ دسمبر کا اخیر۔ سردی کی شدت اور وقت اتنا سویرے کا تھا کہ لوگ ضروریات سے فراغت پا سکیں تو درکنار اتنی سویرے تو عام طور سے شہروں کے لوگ جاگنے کے بھی عادی نہیں ہوتے۔ فکر تھی، اندیشہ تھا کہ شاید حاضری بہت ہی کم رہے گی اور اس طرح آج وہ لطف شاید نصیب نہ ہوگا مگر خدا کے کام اپنے اندر ایک غیر معمولی جذب اور مقناطیسی کشش رکھتے ہیں جسے کوئی طاقت روک ہی نہیں سکتی۔ انسان اگر غفلت وسستی دکھائیں تو وہ فرشتوں سے کام لیتا ہے۔ چنانچہ سویرے ہی سویرے ٹھٹھرتے ہوئے اور سردی سے سمٹتے اور سکڑتے ہوئے خلق خدا جھنڈ کے جھنڈ اور جوق در جوق اس کثرت اور تیزی سے آئی کہ 27 کی دوپہر بعد کا نظارہ بھی مات پڑ گیا اور جلسہ نہایت شوکت وعظمت اور خیر وخوبی سے جاری وساری اور پھر نہایت کامیابی و کامرانی سے اختتام پذیر ہوا اور اس طرح حضور پرنور کا مضمون دنیا جہان پر عَلٰی رَغْمِ اُنُوْفِ الْاَعْدَاء اپنے غلبہ، خوبی، کامیابی اور عظمت و حقانیت کا سکہ بٹھا کر علمی دنیا کے لئے ہمیشہ قائم رہنے والا نشان بن کر آسمان دنیا پر سورج اور چاند کی طرح چمکنے لگا۔ اور دوست تو درکنار دشمن بھی تعریف کئے بغیر نہ رہ سکے۔ اپنے اور بیگانے، پبلک اور منتظمین غرض ہر شعبہ میں اسی مضمون کا

چرچا اور زبانوں پر حق جاری تھا۔ اخبارات نے مقالے لکھے اور اس صداقت کا اقرار و اعتراف کیا۔ منتظمہ کمیٹی نے اپنی طرف سے اس اقرار کو رپورٹ متعلقہ میں درج کر کے اظہار حقیقت کیا۔ سچ ہے

چڑھے چاند چھپے نہیں رہ سکتے

اور اسکا انکار بیوقوفی کی دلیل ہوتا ہے۔
اس طرح اللہ تعالیٰ نے قبل از وقت اپنے مقدس و مقبول بندے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ جو کچھ فرمایا تھا وہ ہوکر رہا۔ خدا کی بات پوری ہوئی اور دنیا کی کوئی طاقت، کوئی تدبیر، کوئی مکر اور حیلہ خدائی کلام کے پورا ہونے میں روک نہ بن سکا۔

(18) رپورٹ جلسہ اعظم مذاہب شائع ہوئی اور منتظمہ کمیٹی جس کے اراکین ہر مذہب و ملت کے ممبر اور اعلیٰ طبقہ کے ذمہ وار لوگ تھے، کی طرف سے اسکے خرچ و صرف سے شائع ہوئی۔ تمام وہ مضامین جو اس جلسہ میں پڑھے گئے یا اس کے واسطے لکھے گئے اس میں من وعن درج کئے گئے کہ دنیا اس مذہبی دنگل اور میدان مقابلہ میں آنے والے سبھی کو یکجا دیکھ کر غور اور فیصلہ اور حق و باطل میں تمیز کر سکے۔ مگر حقیقت یہ تھی کہ قرآن کریم کی عظمت، اسلام کی حقانیت، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی صداقت اور سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خدا کے مقرب اور مقبول بندے، اسی کے بلائے بولنے والے۔ اسکے سچے نبی و رسول ہونے کیلئے بطور شاہد اور دلیل و برھان یہ امور قائم دائم رہیں۔ حضور پرنور کا یہی وہ مضمون ہے جو اردو میں **"اسلامی اصول کی فلاسفی"** کے نام سے اور انگریزی میں "ٹیچنگز آف اسلام" کے سرنامہ و عنوان کے ماتحت بارہا ہزاروں بلکہ لاکھوں کی تعداد میں شائع ہوکر دنیا جہان کی روحانی لذت و سرور کے سامان اور ہدایت کے راستے آسان کرتا اور نہ صرف یہی بلکہ دنیا کی اور کئی زبانوں میں بھی چھپ کر شائع ہوتا چلا آ رہا ہے۔

(19) یہ رپورٹ شائع ہوئی اور خدا کی خدائی گواہ ہے کہ ہزارہا انسانوں نے جو کچھ جلسہ میں دیکھا اور سنا تھا وہی کچھ رپورٹ میں درج ہوا۔ وہی مضامین جو نمائندگان مذاہب نے لکھے اور سنائے اور پھر انہوں نے منتظمہ کمیٹی کے حوالے کئے۔ ٹھیک ٹھیک اور بالکل وہی اور بعینہٖ طبع ہوئے تھے۔ مگر کیا کہا جائے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کو اور ان کی عقل و دانش کو کہ انہوں نے رپورٹ کی اشاعت پر یہ واویلا شروع کر دیا کہ ان کے نام سے جو مضمون اس میں طبع کرایا گیا ہے، وہ درحقیقت ان کا ہے ہی نہیں۔

مولوی صاحب کی غرض و غایت اس الزام تراشی سے ظاہر ہے کہ مقابلہ میں شکست کی ذلت کو چھپانا تھی۔ حالانکہ ان کی یہ حرکت عذر گناہ بدتر از گناہ اور اپنے ہاتھوں اپنی خاک اڑانے کے مترادف تھی اور یہ امر منتظمین سے پوشیدہ نہ تھا۔ چنانچہ منتظمین نے مولوی صاحب کے اس واویلا اور غوغا کو درخور اعتناء ہی نہ سمجھا اور اس طرح مولوی صاحب کی پردہ داری کی بجائے اور بھی زیادہ پردہ دری ہوئی جس سے "مولانا صاحب" جل بھن کر راکھ ہو گئے اور اس گہرے زخم سے تلملانے لگے جس کا اندمال ان سے ممکن نہ تھا کیونکہ وہ انسانی ہاتھوں سے نہ تھا کہ بشری تدابیر اس کو اچھا کر سکتیں۔ ورنہ اگر حقیقت یہی تھی جس کا ان کو گلہ تھا تو کیوں نہ اپنا اصل مضمون شائع کر کے منتظمین کے اس دھوکہ کو الم نشرح کر دکھایا۔

بریں عقل و دانش بباید گریست

(20) سوامی شوگن چندر صاحب جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے اس عظیم الشان "نشان صداقت" کے اظہار کے سامان پیدا کئے، جلسہ کی تمام تر کارروائی کے دوران میں اور پھر رپورٹ کی اشاعت تک تو ملتے ملاتے اور آتے جاتے رہے پھر نہ معلوم وہ کیا ہوئے اور کہاں چلے گئے۔ گویا خدائی قدرت کا ہاتھ انہیں اسی خدمت کی غرض سے قادیان لایا تھا اور پھر پہلے کی طرح غائب کر دیا۔

نوٹ: حضرت منشی جلال الدین صاحب بلانوی اور حضرت پیر جی سراج الحق صاحب نعمانی رضوان اللہ علیہم دونوں بزرگوں کے ہاتھ کا نقل کردہ حضرت اقدس کا وہ مضمون جس پر سے حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب نے اس جلسہ میں پڑھ کر سنایا تھا آج تک میرے پاس محفوظ ہے مگر چونکہ اس مقدس اور قیمتی امانت کی حفاظت کا حق ادا کرنے سے قاصر ہوں لہٰذا اسے قومی امانت سمجھ کر اس کو سیدنا قمر الانبیاء حضرت صاحبزادہ عالی مقام مرزا بشیر احمد صاحب سلمہ ربہ کے سپرد کرتا ہوں جو ایسے کاموں کے احق اور اہل ہیں تا کہ قائم ہونے والے قومی میوزیم میں رکھ کر اس کو آنے والی نسلوں کے ایمان و ایقان کی مضبوطی و زیادتی اور عرفان میں ترقی کا ذریعہ بنا سکیں۔

فقط

عبدالرحمن قادیانی

’’جنگ مقدس‘‘

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور ڈپٹی عبداللہ آتھم کے مابین عظیم الشان مناظرہ

مورخہ 22/مئی 1893ء تا 5/جون 1893ء کو امرتسر میں عیسائیوں اور اہل اسلام کے مابین ایک مناظرہ ہوا جس میں اسلام کی طرف سے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور عیسائیوں کی طرف سے ڈپٹی عبداللہ آتھم مناظر تھے۔ یہ مناظرہ ’’جنگ مقدس‘‘ کے نام سے مطبع ضیاء الاسلام قادیان دارالامان سے باہتمام حاجی حافظ حکیم فضل دین صاحب مورخہ 20/اکتوبر 1904 کو شائع ہوا۔ قارئین روحانی خزائن کی جلد 6 میں اس کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔ اس جگہ اس کتاب کا وہ تعارف جو حضرت مولانا جلال الدین شمس صاحب رضی اللہ عنہ نے روحانی خزائن جلد 6 کے شروع میں تحریر فرمایا ہے، قارئین کے استفادہ کیلئے پیش کیا جارہا ہے۔ (ادارہ)

کتاب ’’جنگ مقدس‘‘ اس عظیم الشان مباحثہ کی مکمل روئیداد کا نام ہے جو امرتسر میں اہل اسلام اور عیسائیوں کے مابین 22/مئی 1893ء سے لے کر 5/جون 1893ء تک ہوا۔ جس میں اہلِ اسلام کی طرف سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور عیسائیوں کی طرف سے ڈپٹی عبداللہ آتھم مناظر تھے۔

اسباب مباحثہ: روحانی خزائن کی جلد اوّل اور سوم میں ہم پنجاب اور ہندوستان کے عیسائی مشنریوں کی مساعی کا ذکر کر چکے ہیں اور لکھ چکے ہیں کہ اس وقت مسیحیت کی تبلیغ عنفوان شباب پر تھی۔ اور مختلف شہروں اور دیہات میں ان کے مشن قائم تھے۔ اور ہندوستانی مسلمان اور دیگر اقوام کے لوگ پے در پے عیسائی ہو رہے تھے۔ یہاں تک کہ یہ خیال کیا جانے لگا تھا کہ چند سالوں میں ہندوستان عیسائیت کی آغوش میں آجائے گا۔ چنانچہ 1888ء میں پنجاب کے لفٹننٹ گورنر چارلس اچی سن نے بمقام شملہ مسیحی مبلغوں کی ایک میٹنگ میں تقریر کرتے ہوئے کہا۔

’’جس رفتار سے ہندوستان کی معمولی آبادی میں اضافہ ہو رہا ہے اس سے چار پانچ گُنا تیز رفتار سے عیسائیت اس ملک میں پھیل رہی ہے۔ اور اس وقت ہندوستانی عیسائیوں کی تعداد دس لاکھ کے قریب پہنچ چکی ہے۔‘‘

(’’دی مشنز‘‘ مصنفہ ریورنڈ رابرٹ کلارک)

حاشیہ: ریورنڈ رابرٹ کلارک نے اپنی کتاب ’’دی مشنز آف دی سی. ایم. ایس اِن پنجاب اینڈ سندھ‘‘ مطبوعہ سی. ایم. ایس لنڈن 1904ء میں اس مباحثہ کو The great controversy. یعنی ایک عظیم الشان مباحثہ قرار دیا ہے اور اس مباحثہ کو جنگ مقدس کا نام خود ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک نے دیا۔

حاشیہ: عبداللہ آتھم قریباً 1838ء میں بمقام انبالہ پیدا ہوئے اور 28/مارچ 1853ء کو انہوں نے کراچی میں بپتسمہ لیا۔ اور اسی موقع پر انہوں نے اپنے نام کے ساتھ آثم یعنی گنہگار کا لفظ لگایا۔ پہلے انبالہ، ترنتارن اور بٹالہ میں تحصیلدار رہے۔ پھر سیالکوٹ۔ انبالہ اور کرنال میں ای. اے. سی کے عہدہ پر رہے اور پھر ریٹائرڈ ہونے کے بعد انہوں نے اپنی خدمات امرتسر مشن کو سپرد کر دیں اور اسلام کے خلاف چند کتب لکھیں۔

قبل ازیں 1851ء میں ہندوستانی عیسائی صرف 91092 تھے اور 1881ء میں ان کی تعداد 417372 تھی۔ جس زمانہ میں یہ مباحثہ ہوا اس وقت مسیحی مناد عیسائی مشنری یوروپین اور ہندوستانی پنجاب کے بیسیوں مقامات پر لوگوں کو عیسائیت کی طرف دعوت دے رہے تھے اور دجال پورے زور سے دین اسلام کی تباہی کیلئے ہمہ تن مصروف تھا اور علمائے اسلام خواب خرگوش میں تھے۔ سب سے پہلے چرچ مشنری سوسائٹی نے ہندوستان میں 1799ء میں تبلیغی کام شروع کیا تھا۔ لیکن اس وقت بہت سی مشنری سوسائٹیاں کام کر رہی تھیں جن کے ہیڈ کوارٹرز انگلستان جرمنی اور امریکہ وغیرہ ممالک تھے۔ 1901ء میں ان مشنری سوسائٹیوں کی تعداد 37 تھی اور ایک بہت بڑی تعداد مشنریوں کی ایسی بھی تھی جو ان سوسائٹیوں سے تعلق نہیں رکھتے تھے۔ وسط ایشیا میں عیسائیت کے مشنری کام کیلئے وہ پنجاب کو ایک قدرتی بیس (Base) سمجھتے تھے اور پنجاب کے تیرہ مشہور شہروں میں ان کے بڑے بڑے مشن قائم تھے۔ اِن میں سے ایک مشن امرتسر میں قائم تھا۔ یہ مشن چرچ مشنری سوسائٹی نے 1852ء میں قائم کیا تھا اور جنڈیالہ ضلع امرتسر میں عیسائی مشن کی بنیاد 1854ء میں رکھی گئی تھی۔ لیکن جب ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک ایم. ڈی. سی. ایم (ایڈنبرا) ایم. آر. اے. ایس. سی. ایم. ایس ضلع امرتسر کے میڈیکل مشنری انچارج تھے تو انہوں نے 1882ء میں امرتسر میڈیکل مشن کی ایک شاخ جنڈیالہ میں بھی جاری کر دی جو عیسائیت کے فروغ کا نیا دروازہ ثابت ہوئی۔ عیسائی مناد جابجا وعظ کرنے لگے۔ جنڈیالہ کے مسلمانوں میں سے ایک میاں محمد بخش پاندہ مکتب دیسی تھے وہ باوجود معمولی تعلیم رکھنے کے اُن کے مقابلہ کیلئے کھڑے ہو گئے اور انہوں نے بعض دوسرے مسلمان بھائیوں کو بھی عیسائی منادوں پر سوالات کرنے سکھا دیئے۔ اب جنڈیالہ کے مسلمانوں اور مسیحی منادوں میں گفتگوئیں شروع ہو گئیں۔ آخر جنڈیالہ کے عیسائیوں نے ڈاکٹر کلارک سے صورت حالات کا ذکر کیا تو انہوں نے مسیحیان جنڈیالہ کی طرف سے میاں محمد بخش صاحب کو مخاطب کر کے مسلمانانِ جنڈیالہ کے نام ایک خط لکھا اس میں ڈاکٹر کلارک نے مسیحیان جنڈیالہ کی طرف سے لکھا کہ:

’’آپ خواہ خود یا اپنے ہم مذہبوں سے مصلحت کر کے ایک وقت مقرر کریں اور جس کسی بزرگ پر آپ کی تسلّی ہو اُسے طلب کریں اور ہم بھی وقت معیّن پر محفل شریف میں کسی اپنے کو پیش کریں گے کہ جلسہ اور فیصلہ امورات مذکورہ بالا کا بخوبی ہو جاوے۔‘‘

اور لکھا: ’’اگر صاحبانِ اہل اسلام ایسے مباحثہ میں شریک نہ ہونا چاہیں تو آئندہ کو اپنے اسپِ کلام کو میدان گفتگو میں جولانی نہ دیں اور وقتِ منادی یا دیگر موقعوں پر حجّت بے بنیاد ولاحاصل سے باز آ کر خاموشی اختیار کریں۔‘‘ (حجۃ الاسلام، روحانی خزائن، جلد 6، صفحہ 60)

یہ خط میاں محمد بخش صاحب کو 11/اپریل 1893ء کو ملا جو انہوں نے مع اپنے خط کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں بھیج دیا۔ اور اپنے خط میں حضور سے یہ التماس کی کہ: ’’اہل اسلام جنڈیالہ اکثر کمزور اور مسکین ہیں اس لئے خدمت شریف عالی میں ملتمس ہوں کہ آنجناب للہ اہل اسلام جنڈیالہ کو امداد فرماؤ۔ ورنہ اہلِ اسلام پر دھبّہ آ جائے گا۔‘‘

(حجۃ الاسلام، روحانی خزائن، جلد 6، صفحہ 59)

اِس خط کے ملنے پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام بہت خوش ہوئے اور میاں محمد بخش صاحب کو اس کا مناسب جواب بھجوانے کے علاوہ اپنے ایک خط 13/اپریل 1893ء کو براہِ راست مسیحیان جنڈیالہ کے نام ڈاکٹر کلارک امرتسر کی معرفت بھیج دیا۔ جس میں آپ نے ان کی دعوت مباحثہ مندرجہ مکتوب بنام میاں محمد بخش صاحب کا ذکر کر کے لکھا:

’’جنڈیالہ کے مسلمانوں کا ہم سے کچھ زیادہ حق نہیں بلکہ جس حالت میں خداوند کریم اور رحیم نے اس عاجز کو اِنھیں کاموں کیلئے بھیجا ہے تو ایک سخت گناہ ہو گا کہ ایسے موقعہ پر خاموش رہوں۔ اس لئے میں آپ لوگوں کو اطلاع دیتا ہوں کہ اس کام کیلئے میں ہی حاضر ہوں۔‘‘ (حجۃ الاسلام، روحانی خزائن، جلد 6، صفحہ 61)

اور تحریر فرمایا کہ: ’’یہ بحث زندہ مذہب یا مردہ مذہب کی تنقیح کے بارہ میں ہو گی اور دیکھا جاوے گا کہ جن روحانی علامات کا مذہب اور کتاب نے دعویٰ کیا ہے وہ اب بھی اس میں پائی جاتی ہیں یا نہیں۔‘‘ (حجۃ الاسلام، روحانی خزائن، جلد 6، صفحہ 63، 64)

اور اس امر کا ثبوت اِس طرح پیش کیا جائے گا کہ: ’’اہلِ اسلام کا کوئی فرد اس تعلیم اور علامات کے موافق جو کامل مسلمان ہونے کیلئے قرآن کریم میں موجود ہیں اپنے نفس کو ثابت کرے۔ اور اگر نہ کر سکے تو دروغ گو ہے نہ مسلمان۔ اور ایسا ہی عیسائی صاحبوں میں سے ایک فرد اس تعلیم اور علامات کے موافق جو انجیل شریف میں موجود ہیں اپنے نفس کو ثابت کر کے دکھلائے اور اگر وہ ثابت نہ کر سکے تو وہ دروغ گو ہے نہ عیسائی۔‘‘

(حجۃ الاسلام، روحانی خزائن، جلد 6، صفحہ 62)

اسکے جواب میں 18/اپریل 1893ء کو عیسائیانِ جنڈیالہ کی طرف سے ڈاکٹر کلارک نے لکھا: ’’ہمارا دعویٰ نہ آپ سے پر جنڈیالہ

کے محمدیوں سے ہے۔ ہم آپ کی دعوت قبول کرنے سے قاصر ہیں۔ اُن کی طرف ہم نے خط لکھا ہوا ہے۔ اور تا حال جواب کے منتظر ہیں ......اگر وہ آپ کو تسلیم کر کے اس جنگ مقدس کیلئے اپنی طرف سے پیش کریں تو ہمارا کچھ عذر نہیں بلکہ عین خوشی ہے۔''

(حجۃ الاسلام، روحانی خزائن، جلد 6، صفحہ 64)

23 / اپریل 1893ء کو اِس خط کا جواب دیتے ہوئے پادری صاحب کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لکھا کہ میں اپنے چند عزیز دوست بطور سفیر منتخب کر کے آپ کی خدمت میں روانہ کرتا ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ اس پاک جنگ کیلئے آپ مجھے مقابلہ پر منظور فرمائیں گے۔ جب آپ کا پہلا خط جو جنڈیالہ کے بعض مسلمانوں کے نام تھا مجھ کو ملا اور مَیں نے یہ عبارتیں پڑھیں کہ کوئی ہے کہ ہمارا مقابلہ کرے تو میری روح اس وقت بول اٹھی کہ ہاں میں ہوں جس کے ہاتھ پر خدا تعالیٰ مسلمانوں کو فتح دے گا۔ اور سچائی کو ظاہر کرے گا۔ وہ حق جو مجھ کو ملا ہے اور وہ آفتاب جس نے ہم میں طلوع کیا ہے وہ اب پوشیدہ رہنا نہیں چاہتا۔ میں دیکھتا ہوں کہ اب وہ زور دار شعاعوں کے ساتھ نکلے گا۔ اور دلوں پر اپنا ہاتھ ڈالے گا۔ اور اپنی طرف کھینچ لائے گا۔

اور فرمایا: ''آپ جانتے ہیں کہ جنڈیالہ میں کوئی مشہور اور نامی فاضل نہیں اور یہ آپ کی شان سے بھی بعید ہو گا کہ آپ عوام سے الجھتے پھریں اور اس عاجز کا حال آپ پر مخفی نہیں کہ آپ صاحبوں کے مقابلہ کیلئے ...... دس سال سے میدان میں کھڑا ہے۔ جنڈیالہ میں میری دانست میں ایک بھی نہیں جو میدان کا سپاہی تصوّر کیا جائے۔'' (حجۃ الاسلام، روحانی خزائن، جلد 6، صفحہ 65)

اور آپؑ نے یہ بھی واضح کر دیا کہ: ''یہ بحث صرف زمین تک محدود نہ رہے بلکہ آسمان بھی اُس کے ساتھ شامل ہو اور مقابلہ صرف اس بات میں ہو کہ روحانی زندگی اور آسمانی قبولیت اور روشن ضمیری کس مذہب میں ہے اور میں اور میرا مقابل اپنی اپنی کتاب کی تاثیریں اپنے اپنے نفس میں ثابت کریں۔''

(حجۃ الاسلام، روحانی خزائن، جلد 6، صفحہ 66)

آپؑ کے سفیروں کا وفد اس خط کو لے کر امرتسر پہنچا اور ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک سے اُن کی گفتگو ہوئی اور شرائط مناظرہ طے ہو گئیں۔

تب 24 / اپریل 1893ء کو ڈاکٹر کلارک نے آپ کی خدمت میں لکھا کہ:

''جناب نے جو مسلمانوں کی طرف سے مجھے مقابلہ کیلئے دعوت کی ہے اس کو میں بخوشی قبول کرتا ہوں آپ کی سفارت نے آپ کی طرف سے مباحثہ اور شرائط ضروریہ کا فیصلہ کر لیا ہے......آپ اطلاع بخشیں کہ آپ ان شرائط کو قبول کرتے ہیں یا نہیں۔'' (حجۃ الاسلام، روحانی خزائن، جلد 6، صفحہ 67،66)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے 25 / اپریل 1893ء کو پادری ڈاکٹر کلارک کو جواباً لکھا کہ: ''مَیں اُن تمام شرائط کو منظور کرتا ہوں جن پر آپ کے اور میرے دوستوں کے دستخط ہو چکے ہیں۔''

(حجۃ الاسلام، روحانی خزائن، جلد 6، صفحہ 69)

منظوری دیتے ہوئے آپ نے یہ بھی تحریر فرمایا کہ اس مباحثہ کو دونوں مذہبوں میں فیصلہ کُن بنانے کیلئے یہ بھی ہونا ضروری ہے کہ چھ دن کے مباحثہ کے بعد ساتویں دن ایک روحانی مقابلہ بصورت مباہلہ کیا جائے اور فریقین مباہلہ میں یہ دعا کریں۔

''مثلاً فریق عیسائی یہ کہے کہ وہ عیسیٰ مسیح ناصری جس پر میں ایمان لاتا ہوں وہی خدا ہے اور قرآن انسان کا افترا ہے خدا تعالیٰ کی کتاب نہیں اور اگر مَیں اس بات میں سچا نہیں تو میرے پر ایک سال کے اندر ایسا عذاب نازل ہو جس سے میری رسوائی ظاہر ہو جائے اور ایسا ہی یہ عاجز دُعا کرے گا کہ اے کامل اور بزرگ خدا میں جانتا ہوں کہ درحقیقت عیسیٰ مسیح ناصری تیرا بندہ اور تیرا رسول ہے خدا ہرگز نہیں اور قرآن کریم تیری پاک کتاب اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تیرا پیارا اور برگزیدہ رسول ہے اور اگر میں اس بات میں سچا نہیں تو میرے پر ایک سال کے اندر کوئی ایسا عذاب نازل کر جس سے میری رسوائی ظاہر ہو جائے اور اے خدا میری رسوائی کیلئے یہ بات کافی ہو گی کہ ایک برس کے اندر تیری طرف سے میری تائید میں کوئی ایسا نشان ظاہر نہ ہو جس کے مقابلہ سے تمام مخالف عاجز رہیں۔'' (حجۃ الاسلام، روحانی خزائن، جلد 6، صفحہ 70)

آسمانی نشان دکھانے کیلئے دعوت

اِس کے بعد آپؑ نے وہ اشتہار لکھا جس کا عنوان ہے: ''ڈاکٹر پادری کلارک کا جنگ مقدس اور ان کے مقابلہ کے لئے اشتہار'' اِس میں مختصر طور پر مناظرہ کی طے شدہ شرائط کے ذکر کے علاوہ مباحثہ کے بعد مباہلہ اور نشان نمائی کی دعوت دی گئی ہے۔

مباہلہ کے متعلق حضورؑ نے فرمایا: ''وہ صرف اس قدر کافی ہے کہ فریقین اپنے مذہب کی تائید کیلئے خدا تعالیٰ سے آسمانی نشان چاہیں اور ان نشانوں کے ظہور کیلئے ایک سال کی میعاد قائم ہو پھر جس فریق کی تائید میں کوئی آسمانی نشان ظاہر ہو جو انسانی طاقتوں سے بڑھ کر ہو جس کا مقابلہ فریق مخالف سے نہ ہو سکے تو لازم ہو گا کہ فریق مغلوب اس فریق کا مذہب اختیار کرے جس کو خدا تعالیٰ نے اپنے آسمانی نشان کے ساتھ غالب کیا ہے اور مذہب اختیار کرنے سے اگر انکار کرے تو واجب ہو گا کہ اپنی نصف جائیداد اس سچے مذہب کی امداد کی غرض سے فریق غالب کے حوالے کر دے۔''

(حجۃ الاسلام، روحانی خزائن، جلد 6، صفحہ 48)

اور فرمایا: ''اگر ایک سال کے عرصہ میں دونوں طرف سے کوئی نشان ظاہر نہ ہو یا دونوں طرف سے ظاہر ہو تو یہ راقم اس صورت میں بھی اپنے تئیں مغلوب سمجھے گا اور ایسی سزا کے لائق ٹھیرے گا جو بیان ہو چکی ہے چونکہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور ہوں اور فتح پانے کی بشارت پا چکا ہوں پس اگر کوئی عیسائی صاحب میرے مقابل آسمانی نشان دکھلاویں یا میں ایک سال تک دکھلا نہ سکوں تو میرا باطل پر ہونا کُھل گیا...... میری سچائی کیلئے یہ ضروری ہے کہ میری طرف سے بعد مباہلہ ایک سال کے اندر ضرور نشان ظاہر ہو۔ اور اگر نشان ظاہر نہ ہو تو پھر میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہوں اور نہ صرف وہی سزا بلکہ موت کی سزا کے لائق ہوں۔'' (حجۃ الاسلام، روحانی خزائن، جلد 6، صفحہ 49)

''آپؑ نے نشان نمائی اور مباہلہ کے متعلق مباحثہ کے دوران میں بار بار فریق مقابل کو توجہ دلائی لیکن اُن میں سے کوئی اس روحانی مقابلہ کیلئے آمادہ نہ ہوا۔ اور عبداللہ آتھم نے تو اپنے ایک خط میں صاف لکھ دیا۔

''ہم اس امر کے قائل نہیں ہیں کہ تعلیماتِ قدیم کیلئے معجزہ جدید کی کچھ بھی ضرورت ہے اس لئے ہم معجزہ کیلئے نہ کچھ حاجت اور نہ استطاعت اپنے اندر دیکھتے ہیں ...... بہر کیف اگر جناب کسی معجزہ کے دکھلانے پر آمادہ ہیں تو ہم اس کے دیکھنے سے آنکھیں بند نہ کریں گے اور جس قدر اِصلاح اپنی غلطی کی آپ کے معجزہ سے کر سکتے ہیں اسکو اپنا فرض عین سمجھیں گے۔'' (حجۃ الاسلام، روحانی خزائن، جلد 6 صفحہ 52)

حضورؑ نے نشان دیکھنے کے بعد بلا توقف مسلمان ہو جانے کی جو شرط لگائی تھی مسٹر عبداللہ آتھم نے اپنے خط مؤرخہ 9 / مئی 1893ء میں ان الفاظ میں منظور کر لی کہ: ''اگر جناب یا اور کوئی صاحب کسی صورت سے بھی یعنی بہ تحدی معجزہ یا دلیل قاطع عقلی تعلیماتِ قرآنی کو ممکن اور موافق صفاتِ اقدس ربّانی کے ثابت کر سکیں تو میں اقرار کرتا ہوں کہ مسلمان ہو جاؤں گا'' (سچائی کا اظہار، روحانی خزائن، جلد 6 صفحہ 80)

مباحثہ کی شرائط طے ہو چکیں۔ مسلمانانِ جنڈیالہ نے بھی اپنی رضا مندی کا اظہار کر دیا لیکن پادری آتھم اور دیگر پادریوں کو ڈاکٹر کلارک کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے مناظرہ منظور کر لینا پسند نہ تھا۔ چنانچہ شیخ نور احمد صاحب☆ مالک ریاض ہند پریس امرتسر اپنے رسالہ ''نور احمد'' صفحہ 22 میں لکھتے ہیں کہ جب وہ اور مستری قطب الدین صاحب پادری عماد الدین صاحب کے پاس یہ دریافت کرنے کے لئے پہنچے کہ: ''کون سے پادری صاحب ہیں جنہوں نے عیسائیوں کی طرف سے مناظرہ میں پیش ہونا ہے۔ اور حضرت مرزا صاحب سے خط و کتابت شروع کر رکھی ہے۔ کیا آپ اس مناظرہ میں بطور مناظر پیش ہوں گے تو انہوں نے کہا کہ میں تو ایسے مناظروں کو فضول سمجھتا ہوں۔ بھلا میں ایسا کیوں کرنے لگا۔ اس

☆ شیخ نور احمد صاحب کو بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ممبران سفارت میں شامل کیا تھا جو شرائط طے کرنے کیلئے حضورؑ کی طرف سے امرتسر گئے تھے اور شیخ صاحب موصوف ہی ڈاکٹر کلارک سے وقت مقرر کر کے ممبران سفارت کو سٹیشن سے ہی اپنے ساتھ لیکر ڈاکٹر کلارک کی کوٹھی پر پہنچے اور جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام مباحثہ کیلئے امرتسر تشریف لے گئے تھے تو پہلے آپ ہی کے مکان پر فروکش ہوئے تھے۔ بعد میں حاجی محمود صاحب کی درخواست پر جو خان محمد شاہ صاحب مرحوم رئیس امرتسر کے داماد تھے کہ آپ ان کے مکان پر تشریف لے چلیں حضورؑ نے فرمایا کہ شیخ نور احمد صاحب سے اجازت لے لیں تو شیخ صاحب کے حاجی محمود صاحب کو اجازت دینے پر حضورؑ ان کے مکان پر تشریف لے گئے تھے۔ امرتسر میں شیخ نور احمد صاحب ہی اس مناظرہ سے متعلقہ امور کو سرانجام دیتے تھے۔ شمس

پر میں نے اُن کو جنڈیالہ کا واقعہ سنایا تو کہنے لگے ہنری مارٹن کلارک لونڈا ہوگا۔''

اور جب وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نمائندوں کو جو شرائط طے کرنے کیلئے حضورؑ نے امرتسر بھجوائے تھے ریلوے اسٹیشن سے ہی ڈاکٹر کلارک کی کوٹھی پر لے کر پہنچے تو ڈاکٹر کلارک صاحب اپنے اردلی کو برآمدے میں کرسیاں لگا دینے کا حکم دے کر خود دوسرے دروازے سے عبداللہ آتھم کی کوٹھی پر گئے جو قریب ہی تھی۔ اس عرصہ میں میاں محمد بخش صاحب پاندہ بھی جنڈیالہ سے پہنچ گئے تھے۔ ڈاکٹر کلارک نے آتھم صاحب سے جا کر کہا کہ ''قادیان سے چند آدمی جلسہ مناظرہ کی شرائط اور تاریخ وغیرہ طے کرنے کیلئے آئے ہیں۔ آپ چل کر تاریخ و شرائط وغیرہ طے کر لیں۔ آتھم صاحب نے کانوں پر ہاتھ دھرا اور کہا۔ ڈاکٹر صاحب اگر ایک سو دوسرے مولوی ہوتے تو کچھ پرواہ نہ تھی۔ تم نے کہاں بھڑوں کے چھتہ میں ہاتھ ڈال دیا۔ مرزا قادیانی کا مقابلہ کرنا اور اُن سے نپٹنا آسان نہیں سخت مشکل کام ہے۔ تم نے ہی یہ فتنہ اُٹھایا ہے۔ تم ہی اس کام کو کرو۔ میں ہرگز نہیں جاؤں گا اور نہ اِس میں شریک ہوں گا۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا۔ عیسائی قوم کے تم ہی پہلوان ہو۔ تم ہی یہ کام خوش اسلوبی سے سرانجام دے سکتے ہو تمہارے بھروسہ پر میں نے یہ کام شروع کیا ہے اور تم اس سے انکار کرتے ہو۔ تمہیں ضرور شامل ہونا پڑے گا۔ آخر پون گھنٹہ کی گفتگو کے بعد ہلا شیری دلا کر ڈاکٹر صاحب آتھم صاحب کو ساتھ ہی لے آئے اس گفتگو کا علم عبداللہ آتھم صاحب کے مسلمان خانساماں سے بعد میں ہوا۔ جب دونوں آئے اور کرسیوں پر بیٹھے تو آتھم صاحب کی زبان سے بے ساختہ یہ الفاظ نکلے کہ ''ہائے مَیں مر گیا'' اس کے بعد شرائط طے ہوئیں۔'' (رسالہ نور احمد، صفحہ 24)

جب پادری آتھم صاحب سے امرتسر اور بٹالہ کے مولویوں نے اُن کی کوٹھی پر جا کر یہ کہا کہ تم نے دوسرے علماء سے بحث کیوں منظور نہ کی۔ مرزا صاحب سے کیوں بحث پر رضا مندی ظاہر کی اُن کو تو تمام علماء کافر کہتے ہیں تو انہوں نے اس موقع کو غنیمت جان کر ڈاکٹر کلارک سے کہا کہ ''میں نے تو پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ مرزا صاحب سے بحث کرنا آسان نہیں اب یہ موقع اچھا ہاتھ آ گیا ہے۔ مرزا صاحب کو جواب دے دو اور اِن مولویوں سے بے شک مباحثہ کر لو کوئی ہرج نہیں۔''

(رسالہ نور احمد، صفحہ 24)

اس پر ڈاکٹر کلارک نے 12 / مئی 1893ء کو ایک اشتہار لکھا جو بطور ضمیمہ ''نور افشاں'' 12 / مئی 1893ء کو شائع ہوا اور اس اشتہار کی اشاعت سے اُن کی غرض سوائے اس کے کچھ نہ تھی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے مباحثہ نہ ہو۔ اس غرض سے انہوں نے مسلمانانِ جنڈیالہ کو آپ سے بدظن کرنے کیلئے مولوی محمد حسین بٹالوی اور دیگر علماء کے تکفیری فتاویٰ کا ذکر کیا جو ''اشاعۃ السنہ'' میں شائع ہوئے تھے اور ''اشاعۃ السنہ'' کی خریداری کے متعلق بھی اعلان کر دیا کہ '' کتاب اشاعة السنة النبوية مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب سے منگوا کر دیکھ سکتے ہیں۔ قیمت 8 آنے ہے۔ لاہور سے مل سکتی ہے۔''

اِس اشتہار میں ڈاکٹر کلارک نے مسلمانانِ جنڈیالہ کو مخاطب کر کے لکھا: ''آپ ایک ایسے بزرگ کو بحث کیلئے پیش کرتے ہو جن کو اوّلاً ایک محمدی شخص بھی تصوّر کرنا مشکل ہے آپ کن خیالوں میں مبتلا ہو رہے ہیں کیا آپ نے وہ فتویٰ جو کہ علمائے اسلام پنجاب و ہندوستان نے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے حق میں شائع کئے ہیں نہیں دیکھے۔''

نیز لکھا: ''آپ عجب غفلت میں پڑے ہیں کہ اب تک اس کتاب (یعنی اشاعۃ السنہ۔ ناقل) کو نہیں دیکھا آفرین آپ پر اور جنڈیالہ کے اہلِ اسلام کی ہمّت پر جس کا جنازہ بھی جائز نہیں اُسی کو آپ نے پیشوا مقرر کیا۔ واہ صاحب واہ۔ آپ کی یہ خوش فہمی۔'' (سچائی کا اظہار، روحانی خزائن، جلد 6، صفحہ 73)

مگر جنڈیالہ کے مسلمانوں نے اس اشتہار سے ذرہ جنبش نہ کھائی اور میاں محمد بخش صاحب نے حضرات پادری صاحبان کو نہایت دندان شکن جواب دیا۔ لکھا: ''کوئی مذہب اختلاف سے خالی نہیں اور عیسائی بھی اِس سے باہر نہیں اور ہم ایسے مولویوں کو خود مفسد سمجھتے ہیں جو ایک مسلمان مویّد اسلام کو کافر ٹھہراتے ہیں۔'' (سچائی کا اظہار، روحانی خزائن، جلد 6، صفحہ 73، 74)

اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پادریوں پر واضح کر دیا کہ آپ کی تحریریں اور وعدے آپ کی منظور کردہ شرائط ہمارے پاس ہیں۔ لہٰذا اب آپ کو یا تو بحث کرنا ہو گی یا شکست تسلیم کرنا ہو گی۔ اگر آپ دوسرے مولویوں سے بحث کرنا چاہتے ہیں تو پہلے منظور کردہ بحث میں اپنی شکست کا اخبارات میں اعلان کریں۔

آخر کار جب پادریوں کو فرار کی کوئی راہ دکھائی نہ دی تو بادلِ ناخواستہ انہیں مباحثہ کا تلخ پیالہ پینا پڑا۔ اور مباحثہ ڈاکٹر کلارک کی کوٹھی پر فریقین کی منظور شدہ شرائط کے مطابق 22 / مئی 1893ء سے شروع ہو کر 5 / جون 1893ء کو ختم ہوا۔

یہ جنگ مقدس جو کاسر صلیب اور حامیان صلیب کے مابین ہوئی۔ اِس میں میدان اسلام کے پہلوان کے ہاتھ رہا اور کسرِ صلیب ایسے رنگ میں ہوا کہ پھر صلیب جُڑنے کے قابل نہ رہی۔ مسلمان خوش ہوئے اور حامیانِ صلیب کے ہاں صفِ ماتم بچھ گئی۔

مسیح موعودؑ کا روحانی حربہ

احادیث میں آتا ہے کہ مسیح موعود دجّال کو اپنے حربہ (برچھی) کے ایک ہی وار سے قتل کر دے گا اور ایک دوسری حدیث میں آتا ہے کہ وہ بابِ لُدّ میں قتل کرے گا۔ اور لُدّ عربی زبان میں اَلَدّ کی جمع ہے یعنی ایسے لوگ جو جدال اور مباحثہ میں غالب آ جائیں۔ سو اس میں اس طرف بھی اشارہ پایا جاتا ہے کہ مسیح موعودؑ اور آپ کے ساتھی دجّال کو مباحثات کے دروازے سے قتل کریں گے۔ چنانچہ یہ پیشگوئی اپنی پوری شان سے پوری ہوئی۔

کاسرِ صلیب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ابتدائے مناظرہ میں ہی ایک ایسا وار کیا جس سے آپ کا حریف پادری عبداللہ آتھم اور اس کے مددگار آخر دم تک نیم مُردہ کی مانند آئیں بائیں شائیں تو کرتے رہے لیکن حقیقی جواب نہ اُن سے ہوسکتا تھا اور نہ ہوا۔ آپؑ کا وہ کامیاب وار یہ تھا۔ آپؑ نے فرمایا:

''واضح ہو کہ اِس بحث میں یہ نہایت ضروری ہوگا کہ جو ہماری طرف سے کوئی سوال ہو یا ڈپٹی عبداللہ آتھم کی طرف سے کوئی جواب ہو وہ اپنی طرف سے نہ ہو بلکہ اپنی اپنی الہامی کتاب کے حوالہ سے ہو جس کو فریق ثانی حجّت سمجھتا ہو۔ اور ایسا ہی ہر ایک دلیل اور ہر ایک دعویٰ جو پیش کیا جاوے وہ بھی اِسی التزام سے ہو غرض کوئی فریق اپنی اس کتاب کے بیان سے باہر نہ جائے جس کا بیان بطور حجت ہو سکتا ہے۔'' (جنگ مقدس، روحانی خزائن، جلد 6، صفحہ 89)

سارے مباحثہ کو از ابتداء تا انتہا پڑھ جاؤ۔ یہ امر واضح ہو جائے گا کہ عیسائی مناظر آخر دم تک اس معیار پر پورا نہیں اتر سکا بلکہ تعجب ہے کہ وہ دعویٰ اور دلیل میں بھی فرق نہیں کر سکا۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قرآن مجید سے جو دعویٰ پیش کیا اس کے اثبات میں عقلی دلائل بھی قرآن مجید سے ہی پیش کئے۔

پادریوں کا وار

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب دوران مناظرہ میں بار بار زندہ مذہب کی شناخت کا معیار تازہ نشان دکھانا قرار دیا اور یہ کہ مدعی فریق جس کتاب کو الہامی سمجھتا ہے اُس میں مومن کی بیان کردہ علامات کو اپنے وجود میں ثابت کر دکھائے تو وہ پکا مسلمان یا عیسائی ہوسکتا ہے۔ اور خود نہایت زور شور سے دعویٰ کیا کہ قرآن مجید میں ایمان کی بیان کردہ علامات کو مَیں اپنے وجود میں ثابت کر دکھاؤں گا۔ اور ایک سال کے اندر اندر جس رنگ میں اللہ تعالیٰ چاہے گا ایسا نشان دکھاؤں گا جس پر فریق مخالف ہرگز ہرگز قادر نہ ہوگا۔

پادری عبداللہ آتھم نے اس دعوت کو قبول کرنے سے بھی پہلو تہی کی۔ لیکن کئی دن کے غور و فکر کے بعد ایک سوچی سمجھی سکیم کے ماتحت اپنی طرف ایک ایسا وار کیا جسکے متعلق انہیں یقین تھا کہ اِس وار سے فریق مخالف ضرور شکست یافتہ سمجھا جائے گا اور ہمارے ہاں فتح کے نقارے بجیں گے اور وہ وار یہ تھا کہ 26 / مئی 1893ء کے مباحثہ کے دن پادری عبداللہ آتھم نے یہ بیان لکھوایا کہ

''ہم مسیحی تو پرانی تعلیمات کیلئے نئے معجزات کی کچھ ضرورت نہیں دیکھتے اور نہ ہم اس کی استطاعت اپنے اندر دیکھتے ہیں......اور نشانات کا وعدہ ہم سے نہیں لیکن جناب کو اِس کا بہت سا ناز ہے ہم بھی دیکھنے معجزہ سے انکار نہیں کرتے۔''

''پس ہم یہ تین شخص پیش کرتے ہیں جن میں ایک اندھا ایک ٹانگ کٹا اور ایک گونگا ہے اِن میں سے جس کسی کو صحیح و سالم کر سکو کر دو۔ اور جو اس معجزہ سے ہم پر فرض و واجب ہوگا ہم ادا کریں گے آپ بقول خود ایسے خدا کے قائل ہیں جو گفتہ قادر نہیں لیکن درحقیقت قادر

ہے تو وہ اُن کو تندرست بھی کر سکے گا پھر اس میں تأمل کی کیا ضرورت ہے۔ اور ضرور بقول آپ کے راستباز کے ساتھ ہو گا ضرور ہو گا۔ آپ خَلق اللہ پر رحم فرمائیے جلد فرمائیے اور آپ کو خبر ہو گی کہ آج یہ معاملہ پڑنا ہے جس خدا نے الہام سے آپ کو خبر دے دی کہ اس جنگ و میدان میں تجھے فتح ہے اس نے ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا ہو گا کہ اندھے و دیگر مصیبت زدوں نے بھی پیش ہونا ہے سو سب عیسائی صاحبان و محمدی صاحبان کے روبرو اسی وقت اپنا **چیلنج** پورا کیجئے۔" (جنگ مقدس، روحانی خزائن، جلد 6، صفحہ 150۔151)

فریق مخالف کا یہ وار کاسر صلیب کے مقابلہ میں بیسیوں موافق و مخالف کے روبرو بالکل ایسا ہی تھا جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں ساحروں نے اپنے سونٹے اور رسیاں جو حاضرین کو دوڑتی ہوئی نظر آئیں پھینک کر اپنے غالب آنے کا اعلان کر دیا تھا جس سے حضرت موسیٰؑ کے دل میں بھی ڈر پیدا ہوا کہ کہیں مخلوقِ خدا پر اُن کی اس ساحرانہ کارروائی کو دیکھ کر حق مشتبہ نہ ہو جائے۔ تب اللہ تعالیٰ نے آپ کو اُسی وقت اپنا عصا پھینکنے کا ارشاد فرمایا اور بشارت دی کہ تو ہی غالب اور فتحیاب ہو گا۔ لیکن اس جگہ مباحثہ کے سُننے والوں کے دلوں میں پریشانی ہوئی ہو تو ہو اور انہوں نے خیال کیا ہو کہ اب اس وار کا کیا جواب دے سکیں گے۔ اور عیسائی تو دل میں بے انتہا خوشی محسوس کر رہے تھے کہ ہم نے ایسا وار کیا ہے جس کا نتیجہ لازمی طور پر ہماری فتح ہے لیکن اللہ تعالیٰ کا شیر جو پہلے سے اپنے حیّ و قادر خدا سے اس جنگ میں فتح کی بشارت پا چکا تھا مطمئن بیٹھا تھا۔ آپ کے چہرہ پر پریشانی کا کوئی اثر نہ تھا۔ البتہ بے تابی سے اپنے وقت کا منتظر تھا تا پادریوں کے دجل کو ھباءً منثورًا کر کے دکھا وے۔ سو جب پادری آتھم اپنا بیان لکھوا چکے اور آپ کے بیان لکھوانے کا وقت آیا تو آپ نے نہایت جلالی رنگ میں اپنا بیان لکھوانا شروع کیا۔ فرمایا کہ اگر آپ سچے عیسائی ہیں تو بتائیں کہ:

"آپ کے مذہب میں حضرت عیسیٰؑ نے جو نشانیاں نجات یا بندوں یعنی حقیقی ایمانداروں کی لکھی ہیں وہ آپ میں کہاں موجود ہیں۔ مثلاً جیسے مرقس 16/17 میں لکھا ہے:

"اور وے جو **ایمان** لائیں گے اُن کے ساتھ یہ علامتیں ہوں گی ...... وے بیماروں پر ہاتھ رکھیں گے تو چنگے ہو جائیں گے"

"تو اب مَیں با اَدب التماس کرتا ہوں اور اگر ان الفاظ میں کچھ درشتی یا مرارت ہو تو اس کی معافی چاہتا ہوں کہ یہ **تین** بیمار جو آپ نے پیش کئے ہیں یہ **علامت** تو بالخصوصیت مسیحیوں کیلئے حضرت عیسیٰؑ قرار دے چکے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اگر تم سچے ایماندار ہو تو تمہاری یہی علامت ہے کہ بیمار پر ہاتھ رکھو گے تو وہ چنگا ہو جائے گا۔ اب گستاخی معاف اگر آپ سچے ایمان دار ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں تو اس وقت تین بیمار آپ ہی کے پیش کردہ موجود ہیں۔ آپ ان پر ہاتھ رکھ دیں اگر وہ چنگے ہو گئے تو ہم قبول کر لیں گے کہ بے شک آپ سچے **ایماندار** اور نجات یافتہ ہیں ورنہ کوئی قبول کرنے کی راہ نہیں کیونکہ حضرت مسیح تو یہ بھی فرماتے ہیں کہ اگر تم میں رائی کے دانہ برابر بھی ایمان ہوتا تو اگر تم پہاڑ کو کہتے کہ یہاں سے چلا جا تو وہ چلا جاتا مگر خیر مَیں اس وقت پہاڑ کی نقلِ مکانی تو آپ سے نہیں چاہتا کیونکہ وہ ہماری اس جگہ سے دُور ہیں لیکن یہ تو بہت اچھی تقریب ہو گئی کہ بیمار تو آپ نے ہی پیش کر دیئے اب آپ اِن پر ہاتھ رکھو اور چنگا کر کے دکھلاؤ۔ ورنہ ایک رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہاتھ سے جاتا رہے گا۔

مگر آپ پر یہ واضح رہے کہ یہ الزام ہم پر عائد نہیں ہو سکتا کیونکہ اللہ جلّ شانہٗ نے **قرآن کریم** میں ہماری یہ نشانی نہیں رکھی کہ بالخصوصیت تمہاری یہی نشانی ہے کہ جب تم بیماروں پر ہاتھ رکھو گے تو اچھے ہو جائیں گے۔ ہاں یہ فرمایا ہے کہ مَیں اپنی رضا اور مرضی کے موافق تمہاری دعائیں قبول کروں گا اور کم سے کم یہ کہ اگر ایک دُعا قبول کرنے کے لائق نہ ہو اور مصلحتِ الٰہی کے مخالف ہو تو اس میں اطلاع دی جائے گی۔ یہ کہیں نہیں فرمایا کہ تم کو یہ اقتدار دیا جائے گا کہ تم اقتداری طور پر جو چاہو وہی کر گذرو گے۔ مگر حضرت مسیح کا تو یہ حکم معلوم ہوتا ہے کہ وہ بیماروں وغیرہ کے چنگا کرنے میں اپنے تابعین کو اختیار بخشتے ہیں جیسا کہ **متی 10** باب 1 میں لکھا ہے...... اب یہ آپ کا فرض اور آپ کی **ایمانداری** کا ضرور نشان ہو گیا کہ آپ ان بیماروں کو چنگا کر کے دکھلاویں یا یہ **اقرار** کریں کہ ایک رائی کے دانہ کے برابر بھی ہم میں **ایمان** نہیں ......اور آپ کا یہ عقیدہ ہے کہ اب بھی حضرت مسیح زندہ حی و قیوم قادرِ مطلق عالم الغیب دن رات آپ کے ساتھ ہے جو چاہو وہی دے سکتا ہے۔ پس آپ حضرت **مسیح** سے درخواست کریں کہ اِن تینوں بیماروں کو آپ کے ہاتھ رکھنے سے اچھا کر دیویں تا نشانی ایمانداری کی آپ میں باقی رہ جاوے ورنہ یہ تو مناسب نہیں کہ ایک طرف تو **اہل حق** کے ساتھ بحیثیت عیسائی ہونے کے مباحثہ کریں اور جب سچّے عیسائی کے نشان مانگے جائیں تب کہیں کہ ہم میں استطاعت نہیں اس بیان سے تو آپ اپنے پر ایک اقبالی ڈگری کراتے ہیں کہ آپ کا مذہب اس وقت زندہ مذہب نہیں ہے۔ لیکن ہم جس طرح پر خدا تعالیٰ نے ہمارے سچّے ایماندار ہونے کے **نشان** ٹھہرائے ہیں اس التزام سے نشان دکھلانے کو تیار ہیں اگر نشان نہ دکھلا سکیں تو جو سزا چاہیں دے دیں اور جس طرح کی چُھری چاہیں ہمارے گلے میں پھیر دیں۔" (جنگ مقدس، روحانی خزائن، جلد 6، صفحہ 153۔155)

اور آپ نے یہ بھی فرمایا کہ خود حضرت مسیحؑ بھی اقتداری نشان دکھلانے سے عاجز رہے جیسا کہ مرقس 8/11,12 میں لکھا ہے:

"تب فریسی نکلے اور اس سے حجت کر کے یعنی جس طرح اب اس وقت مجھ سے حجت کی گئی، اسکے امتحان کیلئے آسمان سے کوئی نشان چاہا اُس نے اپنے دل سے آہ کھینچ کر کہا کہ اس زمانہ کے لوگ کیوں نشان چاہتے ہیں۔ مَیں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اس زمانہ کے لوگوں کو کوئی نشان دیا نہ جائے گا...... پھر اس سے بھی عجب طرح کا ایک اَور مقام دیکھئے کہ جب مسیحؑ صلیب پر کھینچے گئے تو تب یہودیوں نے کہا کہ اس نے اوروں کو بچایا پر آپ کو نہیں بچا سکتا اگر اسرائیل کا بادشاہ ہے تو اَب **صلیب** سے اُتر آوے تو ہم اس پر ایمان لاویں گے ......لیکن حضرت مسیح اُتر نہیں سکے۔"

(جنگ مقدس، روحانی خزائن، جلد 6، صفحہ 155،156)

نیز فرمایا۔ برعایت شرائط بحث کے

"میرے مخاطب اس بارہ میں ڈپٹی عبداللہ آتھم صاحب ہیں۔ صاحب موصوف کو چاہئے کہ **انجیل** شریف کی علامات قرار دادہ کے موافق سچا ایماندار ہونے کی نشانیاں اپنے وجود میں ثابت کریں اور اس طرف میرے پر لازم ہو گا کہ مَیں سچا ایمان دار ہونے کی نشانیاں **قرآن کریم** کے رُو سے اپنے وجود میں ثابت کروں مگر اس جگہ یاد رہے کہ قرآن کریم ہمیں اقتدار نہیں بخشتا بلکہ ایسے کلمہ سے ہمارے بدن پر لرزہ آتا ہے ہم نہیں جانتے کہ وہ کس قسم کا نشان دکھلائے گا وُہی خدا ہے سوا اس کے اَور کوئی خدا نہیں ہاں یہ ہماری طرف سے اس بات کا عہد پختہ ہے جیسا کہ اللہ جلّ شانہٗ نے میرے پر ظاہر کر دیا ہے کہ ضرور مقابلہ کے وقت میں فتح پاؤں گا مگر یہ معلوم نہیں کہ خدا تعالیٰ کس طور سے نشان دکھلائے گا **اصل مدعا** تو یہ ہے کہ نشان ایسا ہو کہ **انسانی** طاقتوں سے بڑھ کر ہو۔" (جنگ مقدس، روحانی خزائن، جلد 6، صفحہ 157)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ جواب لکھوانا تھا کہ پادریوں نے ان پیش کردہ بیماروں کو مجلس سے ایسے طور پر غائب کر دیا کہ گویا انہیں زمین نگل گئی اور پادریوں کی یہ ساحرانہ کارروائی بالکل اکارت اور بے فائدہ گئی۔ اور ہمیشہ کیلئے اُن کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ ثابت ہوئی اور خدا تعالیٰ کے جری پہلوان کاسرِ صلیب کی نمایاں فتح کا موجب بنی۔

نشان

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اللہ تعالیٰ سے نشان دکھانے کیلئے تضرع و ابتہال سے کی ہوئی دُعائیں آخرکار پایۂ قبولیت کو پہنچیں اور اللہ تعالیٰ نے فریق مخالف سے متعلق آپ کو اس نشان سے اطلاع دی جو اس جلد کے صفحہ 291، 292 پر درج ہے۔

الغرض یہ جنگ مقدس جو دجالی گروہ اور مسیح موعودؑ کے درمیان ہوئی اس نے صلیبی مذہب کو پاش پاش کر دیا اور دلائل و براہین کی رو سے دجال ہمیشہ کے لئے قتل کر دیا گیا۔

اِس مباحثہ کے نتائج

اِس مباحثہ کے خوشگوار نتائج ایامِ مباحثہ میں ہی ظاہر ہونے شروع ہو گئے۔ چنانچہ ایّام مباحثہ میں میاں نبی بخش رفوگر و سوداگر پشمینہ امرتسر اور ہمارے اُستاد ماہر فقہ و حدیث عالم باعمل حضرت قاضی امیر حسینؓ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کر کے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہو گئے۔ قاضی صاحب جو اُن دنوں مدرسہ اسلامیہ امرتسر میں مدرس تھے اُن کے احمدی ہونے سے مولویوں کے گھر میں شور برپا ہو گیا۔ (رسالہ نور احمد، صفحہ 30)

اِسی طرح کرنل الطاف علی خان صاحب رئیس کپورتھلہ جو عیسائیت اختیار کر چکے تھے اور بوقت مباحثہ عیسائیوں کی طرف بیٹھے تھے اسلام لے آئے (ریویو آف ریلیجنز اُردو جنوری 1940) اور عیسائی پادریوں کو یہ معلوم ہو گیا کہ اُن کا مدّ مقابل حضرت مسیح موعود علیہ السلام اسلام کا ایک بے نظیر پہلوان ہے اور جو علم کلام ان کے مذہب کی تردید اور اسلام کی تائید میں اس نے پیدا کیا ہے وہ ایک ایسا حربہ ہے جس کے وار سے کسرِ صلیب کا ہونا ایک یقینی امر ہے۔ پس اس عظیم الشان مباحثہ میں نامور پادریوں کی شکست اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جس رنگ میں اسلام کو زندہ مذہب اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو زندہ نبی اور قرآن مجید کو زندہ کتاب کے طور پر پیش کیا وہ ایسے امور نہ تھے جن سے عیسائی دنیا متاثر نہ ہوتی۔ چنانچہ انگلستان جس کی کئی مشنری سوسائٹیاں پنجاب اور ہندوستان میں کام کر رہی تھیں، متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ چنانچہ 1894ء میں دنیا بھر کے پادریوں کی جو عظیم الشان کانفرنس لنڈن میں منعقد ہوئی اس کے ایک اجلاس کی صدارت کرتے ہوئے لارڈ بشپ آف گلوسٹر ریورنڈ چارلس جان ایلی کوٹ نے کہا: ’’اسلام میں ایک نئی حرکت کے آثار نمایاں ہیں۔ مجھے اُن لوگوں نے جو صاحبِ تجربہ ہیں بتایا ہے کہ ہندوستان کی برطانوی مملکت میں ایک نئی طرز کا اسلام ہمارے سامنے آرہا ہے اور اس جزیرے میں بھی کہیں کہیں اس کے آثار نظر آرہے ہیں...... یہ اُن بدعات کا سخت مخالف ہے جن کی بنا پر **محمد** (صلعم) کا مذہب ہماری نگاہ میں قابلِ نفرین قرار پاتا ہے۔ اس نئے اسلام کی وجہ سے **محمد** (صلعم) کو پھر وہی پہلی سی عظمت حاصل ہوتی رہی جا ہے۔ یہ نئے تغیرات بآسانی شناخت کئے جا سکتے ہیں۔ پھر یہ نیا اسلام اپنی نوعیت میں مدافعانہ ہی نہیں بلکہ جارحانہ حیثیت کا بھی حامل ہے۔ افسوس ہے تو اِس بات کا کہ ہم سے بعض ذہن اس کی طرف مائل ہو رہے ہیں۔‘‘ (دِی آفیشل رپورٹ آف دِی مشنری کانفرنس آف دِی انگلکن کمیونین 1894، صفحہ 64)

پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعویٰ پر ابھی چار سال ہی گذرے تھے کہ پادریوں کے دلوں پر آپ کا رعب چھا گیا۔ اور مسیحی دنیا کو محسوس ہو گیا کہ اسلام کے غلبہ اور عیسائیت کی شکست کا وقت آپہنچا۔

......☆......☆......☆......

اسلام اور بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بے پناہ عشق

منظوم کلام سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام

ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے
کوئی دیں دینِ محمدؐ سا نہ پایا ہم نے

کوئی مذہب نہیں ایسا کہ نشاں دکھلائے
یہ ثمر باغ محمدؐ سے ہی کھایا ہم نے

ہم نے اسلام کو خود تجربہ کر کے دیکھا
نور ہے نور اٹھو دیکھو سنایا ہم نے

اور دینوں کو جو دیکھا تو کہیں نور نہ تھا
کوئی دکھلائے اگر حق کو چھپایا ہم نے

تھک گئے ہم تو انہیں باتوں کو کہتے کہتے
ہر طرف دعوتوں کا تیر چلایا ہم نے

آزمائش کے لئے کوئی نہ آیا ہر چند
ہر مخالف کو مقابل پہ بُلایا ہم نے

یونہی غفلت کے لحافوں میں پڑے سوتے ہیں
وہ نہیں جاگتے سو بار جگایا ہم نے

جل رہے ہیں یہ سبھی بغضوں میں اور کینوں میں
باز آتے نہیں ہر چند ہٹایا ہم نے

آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے
لو تمہیں طور تسلّی کا بتایا ہم نے

آج ان نوروں کا اِک زور ہے اِس عاجز میں
دل کو ان نوروں کا ہر رنگ دلایا ہم نے

جب سے یہ نور ملا نور پیمبر سے ہمیں
ذات سے حق کی وجود اپنا ملایا ہم نے

مصطفیٰ پر ترا بےحد ہو سلام اور رحمت
اس سے یہ نور لیا بار خدایا ہم نے

ربط ہے جانِ محمدؐ سے مری جاں کو مدام
دل کو وہ جام لبالب ہے پلایا ہم نے

ہم ہوئے خیر امم تجھ سے ہی اے **خیر رسل**
تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے

آدمی زاد تو کیا چیز فرشتے بھی تمام
مدح میں تیری وہ گاتے ہیں جو گایا ہم نے

قوم کے ظلم سے تنگ آکے مرے پیارے آج
شور محشر ترے کوچہ میں مچایا ہم نے

صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام ۔ دشمنوں کی ہلاکت کی رو سے

سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب حقیقۃ الوحی رُوحانی خزائن جلد 22 سے آپؑ کے دو مخالفین کا عبرتناک انجام پیش ہے۔ یہ دونوں مخالف آپ کی پیشگوئیوں کے مطابق ہلاک ہوئے۔ ان کی ہلاکت اور ان کا عبرتناک انجام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا عظیم الشان ثبوت ہیں۔

چمکتا ہوا نشان

بابو الٰہی بخش اکاؤنٹنٹ پنشنر لاہور جھوٹا موسیٰ مر گیا

منشی الٰہی بخش اکاؤنٹنٹ لاہور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مریدوں میں سے تھا۔ اخلاص و وفا میں بہت بڑھا ہوا تھا۔ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جب 1889 میں بیعت کے ذریعہ جماعت کی بنیاد رکھی اور اپنے مُریدوں کو بیعت میں داخل ہونے کیلئے کہا تو اچانک الٰہی بخش بگڑ گیا۔ قادیان آ کر اُس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بڑی بے باکی سے اپنے خواب اور الہامات سُنائے۔ اور کہا کہ ایک خواب میں مَیں آپ سے کہتا ہوں کہ مَیں آپ کی بیعت کیوں کروں آپ میری بیعت کریں۔ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے اس پُرانے رفیق کو ہلاکت سے بچانے کیلئے نہایت عظیم الشان کتاب ضرورۃُ الامام تصنیف فرمائی اور اس میں ہر طرح سے انہیں سمجھانے کی کوشش کی۔ آپ نے بیعت اور الہام کی حقیقت پر بھی بہت گرانقدر اور پر معارف بحث فرمائی۔ اس کتاب سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے چند ارشادات پیش ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے الٰہی بخش سے فرمایا :

عزیز من! ہم تو معارف اور حقائق اور آسمانی برکات کے بھوکے اور پیاسے ہیں اور ایک سمندر بھی پی کر سیر نہیں ہو سکتے۔ پس اگر ہمیں کوئی اپنی غلامی میں لینا چاہے تو یہ بہت سہل طریق ہے کہ بیعت کے مفہوم اور اس کی اصل فلاسفی کو ذہن میں رکھ کر یہ خرید و فروخت ہم سے کر لے۔ اور اگر اسکے پاس ایسے حقائق اور معارف اور آسمانی برکات ہوں جو ہمیں نہیں دیئے گئے، اور یا اُس پر وہ قرآنی علوم کھولے گئے ہوں جو ہم پر نہیں کھولے گئے، تو بسم اللہ وہ بزرگ ہماری غلامی اور اطاعت کا ہاتھ لیوے۔ اور وہ رُوحانی معارف اور قرآنی حقائق اور آسمانی برکات ہمیں عطا کرے۔ میں تو زیادہ تکلیف دینا ہی نہیں چاہتا۔ ہمارے ملہم دوست کسی ایک جلسہ میں سورۂ اخلاص کے ہی حقائق معارف بیان فرماویں جس سے ہزار درجہ بڑھ کر ہم بیان نہ کر سکیں تو ہم ان کے مطیع ہیں۔

(ضرورۃ الامام رُوحانی خزائن جلد 13 صفحہ 498)

آپؑ نے فرمایا :

میں حلفاً کہتا ہوں کہ جس قدر ہمارے دوست فاضل مولوی عبدالکریم صاحب وعظ کے وقت قرآن شریف کے حقائق معارف بیان کرتے ہیں مجھے ہرگز امید نہیں کہ اُن کا ہزارم حصہ بھی میرے عزیز دوست کے منہ سے نکل سکے۔ (ایضاً صفحہ 498)

آپؑ نے فرمایا :

ہماری جماعت میں اور میرے بیعت کردہ بندگان خدا میں اک مرد ہیں جو جلیل الشان فاضل ہیں اور وہ مولوی حکیم حافظ حاجی حرمین نور الدین صاحب ہیں جو گویا تمام جہان کی تفسیریں اپنے پاس رکھتے ہیں اور ایسا ہی ان کے دل میں ہزارہا قرآنی معارف کا ذخیرہ ہے۔ اگر آپ کو فی الحقیقت بیعت لینے کی فضیلت دی گئی ہے تو ایک قرآن کا سپارہ ان ہی کو مع حقائق معارف کے پڑھاویں۔ یہ لوگ دیوانے تو نہیں کہ انہوں نے مجھ سے ہی بیعت کر لی اور دوسرے ملہموں کو چھوڑ دیا۔

(ایضاً صفحہ 500)

آپؑ نے فرمایا :

اگر وہ اپنی الہامی طاقت سے پہلے مولوی صاحب موصوف کو قرآن دانی کا نمونہ دکھلاویں اور اس خارق عادت کی چمکار سے نور دین جیسے عاشق قرآن سے بیعت لیں تو پھر میں اور میری تمام جماعت آپ پر قربان ہے۔

(ایضاً صفحہ 501)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام: ’’چمکتا ہوا نشان بابو الٰہی بخش اکاؤنٹنٹ پنشنر لاہور جھوٹا موسیٰ مر گیا‘‘ کے عنوان سے جماعت کو اس کی ہلاکت کی خبر دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

ناظرین آپ لوگوں کو معلوم ہوگا کہ ایک شخص الٰہی بخش نام جو لاہور میں اکونٹنٹ تھا وہ اس زمانہ میں جب کہ میں نے خدا تعالیٰ سے وحی پا کر اس بات کو ظاہر کیا کہ میں مسیح موعود ہوں مجھ سے برگشتہ ہو کر اس بات کا مدعی ہوا کہ میں موسیٰ ہوں۔ اس بات کی تفصیل یہ ہے کہ مدت دراز سے الٰہی بخش مذکور میرے ساتھ تعلق ارادت رکھتا تھا اور بارہا قادیان میں آیا کرتا تھا اور مجھ کو ایک سچا ملہم خدا تعالیٰ کی طرف سے جانتا تھا اور خدمت کرتا تھا۔ بعض دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ صبح کے وقت نماز کے بعد بمقام امرت سر میں سوتا تھا اور میرے منہ پر چادر تھی۔ تب ایک شخص آیا اور اُس نے میرے پاؤں دبانے شروع کر دیئے۔ جب میں نے چادر اُٹھا کر دیکھا تو وہی الٰہی بخش تھا۔ اس تحریر سے غرض یہ ہے کہ اس حد تک اُس کا اخلاص پہنچ گیا تھا کہ کسی نوع کی خدمت سے وہ ننگ اور عار نہیں رکھتا تھا اور نہایت انکسار سے معمولی خدمت گاروں کی طرح اپنے تئیں تصور کرتا تھا اور مالی خدمت میں بھی حتی المقدور اپنے دریغ نہیں کرتا تھا۔ جب تک خدا نے چاہا وہ اسی مخلصانہ حالت میں رہا اور مجھ کو بڑی امید تھی کہ وہ اپنے اخلاص میں بہت ترقی کرے گا اور جب میں قادیان سے کسی تقریب سے لدھیانہ یا انبالہ یا کسی اور جگہ جاتا تھا تو بشرط گنجائش اور فرصت نکلنے کے اُسی جگہ پہنچتا تھا اور اکثر اوقات اُس کا رفیق منشی عبدالحق اکونٹنٹ بھی اُس کے ساتھ ہوتا تھا۔ پھر اُس کو کچھ مدت کے بعد یہ خیال پیدا ہوا کہ مجھ کو الہام ہوتا ہے اور یہی ایک زہریلہ بیج تھا کہ قضا و قدر نے اس میں بو دیا۔ پھر اس کے بعد اندر ہی اندر اُسکی مخلصانہ حالت میں کچھ تغیر ہوتا گیا اور پھر جس زمانہ میں خدا تعالیٰ نے مجھے لوگوں سے بیعت لینے کیلئے **مامور فرمایا** اور قریباً چالیس آدمی یا کچھ زیادہ بیعت میں داخل ہوئے اور عام طور پر خدا تعالیٰ کے حکم کے موافق ہر ایک کو سنایا کہ جو شخص ارادت رکھتا ہے وہ **بیعت** میں داخل ہو تب اس بات کو سنتے ہی الٰہی بخش کا دل بگڑ گیا اور وہ کچھ مدت کے بعد مع اپنے دوست منشی عبدالحق کے قادیان میں میرے پاس آیا اس غرض سے کہ تا اپنے الہام سناوے اور اب کی دفعہ اُس کی مزاج میں اس قدر سختی ہو گئی تھی کہ گویا وہ اور ہی تھا الٰہی بخش نہیں تھا۔ اُس نے بے باکی سے اپنے الہام سنانے شروع کئے اور وہ ایک چھوٹی سی بیاض میں لکھے ہوئے تھے جو اُس کی جیب میں تھی۔ **منجملہ** اُن کے اُس نے یہ سُنایا کہ خواب میں میں نے دیکھا ہے کہ آپ مجھے کہتے ہیں کہ میری بیعت کرو اور میں نے جواب دیا کہ میں نہیں کرتا بلکہ تم میری بیعت کرو۔ اس خواب کی وجہ سے وہ سر سے پیر تک تکبر اور غرور سے بھر گیا اور یہ سمجھا کہ میں ایسا بزرگ ہوں کہ مجھے بیعت کی حاجت نہیں بلکہ اُن کو میری بیعت کرنی چاہئے مگر دراصل یہ شیطانی وسوسہ تھا کہ اُس کی ٹھوکر کا باعث ہوا۔ بات یہ ہے کہ جب انسان کے دل میں تکبر اور انکار مخفی ہوتا ہے تو وہی انکار حدیث النفس کی طرح خواب میں آ جاتا ہے اور ایک **نادان** سمجھتا ہے کہ یہ خدا کی طرف سے ہے حالانکہ وہ انکار محض اپنے مخفی خیالات سے پیدا ہوتا ہے خدا سے اُس کو کچھ تعلق نہیں ہوتا۔ پس صدہا جاہل محض اس حدیث النفس سے ہلاک ہو جاتے ہیں۔ غرض الٰہی بخش نے نہایت شوخی اور بے باکی سے وہ خواب مجھ کو سنائی اور مجھ کو اُس کی نادانی پر افسوس آتا تھا کیونکہ میں یقیناً جانتا تھا کہ جو کچھ وہ سُنا رہا ہے وہ صرف حدیث النفس ہے۔ مگر چونکہ میں نے اُس کے دل میں تکبر محسوس کیا اور نخوت اور خود بینی کے علامات دیکھے اور اُس کے کلمات میں تیزی پائی گئی اس لئے میں نے اُس کو نصیحت کے طور پر کچھ کہنا بے سود سمجھا۔ یہ افسوس کا مقام ہے کہ اکثر لوگ ہر ایک بات کو جو غنودگی کی حالت میں اُن کی زبان پر جاری ہوتی ہے خدا کا کلام قرار دیتے ہیں اور اس طرح پر آیت کریمہ لَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ کے نیچے اپنے تئیں داخل کر دیتے ہیں

اور یاد رکھنا چاہئے کہ اگر کوئی کلام زبان پر جاری ہو اور قال اللہ وقال الرسول سے مخالف بھی نہ ہو تب بھی وہ خدا کا کلام نہیں کہلا سکتا جب تک خدا تعالیٰ کا فعل اُس پر گواہی نہ دے کیونکہ شیطان لعین جو انسان کا دشمن ہے جس طرح اور طریقوں سے انسان کو ہلاک کرنا چاہتا ہے اسی طرح اُس مُضلّ کا ایک یہ بھی طریق ہے کہ اپنے کلمات انسان کے دل میں ڈال کر اس کو یہ یقین دلاتا ہے کہ گویا وہ خدا کا کلام ہے اور آخر انجام ایسے شخص کا ہلاکت ہوتی ہے۔

پس جس پر کوئی کلام نازل ہو جب تک تین علامتیں اس میں نہ پائی جائیں اُس کو خدا کا کلام کہنا اپنے تئیں ہلاکت میں ڈالنا ہے۔

اوّل۔ وہ کلام قرآن شریف سے مخالف اور معارض نہ ہو مگر یہ علامت بغیر تیسری علامت کے جو ذیل میں لکھی جائے گی ناقص ہے بلکہ اگر تیسری علامت نہ ہو تو محض اس علامت سے کچھ بھی ثابت نہیں ہوسکتا۔

دوم۔ وہ کلام ایسے شخص پر نازل ہو جس کا تزکیہ نفس بخوبی ہو چکا ہو اور وہ اُن فانیوں کی جماعت میں داخل ہو جو بکلّی جذبات نفسانیہ سے الگ ہو گئے ہیں اور اُن کے نفس پر ایک ایسی موت وارد ہوگئی ہے جس کے ذریعہ سے وہ خدا سے قریب اور شیطان سے دور جا پڑے ہیں کیونکہ جو شخص جس کے قریب ہے اُسی کی آواز سنتا ہے پس جو شیطان کے قریب ہے وہ شیطان کی آواز سنتا ہے اور جو خدا سے قریب ہے وہ خدا کی آواز سنتا ہے اور انتہائی کوشش انسان کی **تزکیۂ نفس** ہے اور اُس پر تمام سلوک ختم ہو جاتا ہے اور دوسرے لفظوں میں یہ ایک **موت** ہے جو تمام اندرونی آلائشوں کو جلا دیتی ہے۔ پھر جب انسان اپنا سلوک ختم کر چکتا ہے تو تصرفات الٰہیہ کی نوبت آتی ہے تب خدا اپنے اس بندہ کو جو سلب جذبات نفسانیہ سے فنا کے درجہ تک پہنچ چکا ہے۔ **معرفت** اور محبت کی زندگی سے **دوبارہ زندہ** کرتا ہے اور اپنے فوق العادت نشانوں سے **عجائبات روحانیہ** کی اُس کو سیر کراتا ہے اور محبت ذاتیہ کی وراء الوراء کشش اُس کے دل میں بھر دیتا ہے جس کو دنیا سمجھ نہیں سکتی اِس حالت میں کہا جاتا ہے کہ اُس کو نئی حیات مل گئی جس کے بعد موت نہیں۔

پس یہ نئی حیات کامل معرفت اور کامل محبت سے ملتی ہے اور کامل معرفت خدا کے فوق العادت نشانوں سے حاصل ہوتی ہے اور جب انسان اس حد تک پہنچ جاتا ہے تب اُس کو خدا کا سچا مکالمہ مخاطبہ نصیب ہوتا ہے۔ مگر یہ علامت بھی بغیر تیسرے درجہ کی علامت کے قابل اطمینان نہیں کیونکہ کامل تزکیہ ایک امر پوشیدہ ہے اس لئے ہر ایک فضول گو ایسا دعویٰ کر سکتا ہے۔

تیسری علامت مُلہم صادق کی یہ ہے کہ جس کلام کو وہ خدا کی طرف منسوب کرتا ہے خدا کے متواتر افعال اُس پر گواہی دیں یعنی اس قدر اس کی تائید میں نشانات ظاہر ہوں کہ عقلِ سلیم اس بات کو ممتنع سمجھے کہ باوجود اس قدر نشانوں کے پھر بھی وہ خدا کا کلام نہیں اور یہ علامت درحقیقت تمام علامتوں سے بڑھ کر ہے کیونکہ ممکن ہے کہ ایک کلام جو کسی کی زبان پر جاری ہو یا کسی نے بادّعائے الہام پیش کیا ہو وہ اپنے معنوں کی رو سے قرآن شریف کے بیان سے مخالف نہ ہو بلکہ مطابق ہو مگر پھر بھی وہ کسی مفتری کا افترا ہو کیونکہ ایک عقلمند جو مسلمان ہے مگر مفتری ہے ضرور اس بات کا لحاظ رکھ لے گا کہ قرآن شریف کے مخالف کوئی کلام بدعویٔ الہام پیش نہ کرے ورنہ خواہ نخواہ لوگوں کے اعتراضات کا نشانہ ہو جائے گا۔ اور نیز یہ بھی ممکن ہے کہ وہ کلام حدیث النفس ہو یعنی نفس کی طرف سے ایک کلمہ زبان پر جاری ہو جیسے اکثر بچے جو دن کو کتابیں پڑھتے ہیں رات کو بعض اوقات وہی کلمات ان کی زبان پر جاری ہو جاتے ہیں۔ غرض کسی کلمہ کا جو بدعویٔ الہام پیش کیا گیا ہے قرآن شریف سے مطابق ہونا اس بات پر قطعی دلیل نہیں ہے کہ وہ ضرور خدا کا کلام ہے۔ کیا ممکن نہیں کہ ایک کلام اپنے معنوں کی رو سے خدا کے کلام کے مخالف بھی نہ ہو اور پھر وہ کسی مفتری کا افترا بھی ہو کیونکہ ایک مفتری بڑی آسانی سے یہ کارروائی کر سکتا ہے کہ وہ قرآن شریف کی تعلیم کے موافق ایک کلام پیش کرے اور کہے کہ یہ خدا کا کلام ہے جو میرے پر نازل ہوا ہے اور یا ایسا کلام حدیث النفس ٹھہر سکتا ہے یا شیطانی کلام ہوسکتا ہے۔

ایسا ہی یہ دوسری شرط بھی یعنی یہ کہ جو الہام کا دعویٰ کرے وہ صاحب تزکیۂ نفس ہو قابل اطمینان نہیں بلکہ ایک پوشیدہ امر ہے اور بہتیرے ناپاک طبع لوگ اس بات کا دعویٰ کر سکتے ہیں کہ ہمارا نفس تزکیہ یافتہ ہے اور ہم خدا سے سچی محبت رکھتے ہیں۔ پس یہ امر بھی کوئی سہل امر نہیں کہ اس میں جلد تر صادق اور کاذب میں فیصلہ کیا جاوے یہی وجہ ہے کہ کئی خبیث النفس لوگوں نے اُن برگزیدوں پر جو صاحب تزکیہ نفس تھے ناپاک تہمتیں لگائی ہیں جیسا کہ آج کل کے پادری ہمارے سیّد و مولیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر تہمتیں لگاتے ہیں اور نعوذ باللہ کہتے ہیں کہ آپ نفسانی شہوات کا اتباع کرتے تھے جیسا کہ اُن کے ہزاروں رسالوں اور اخباروں اور کتابوں میں ایسی تہمتیں پاؤ گے۔ ایسا ہی یہودی لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر طرح طرح کی تہمتیں لگاتے ہیں۔ چنانچہ تھوڑی مدت ہوئی ہے کہ میں نے ایک یہودی کی کتاب دیکھی جس میں نہ صرف یہ ناپاک اعتراض تھا کہ نعوذ باللہ حضرت عیسیٰ کی ولادت ناجائز طور پر ہے بلکہ آپ کے چال و چلن پر بھی نہایت گندے اعتراض کئے تھے اور جو آپ کی خدمت میں بعض عورتیں رہتی تھیں بہت بُرے پیرایہ میں اُن کا ذکر کیا تھا۔ پس جبکہ پلید طبع دشمنوں نے ایسے پاک فطرت اور مقدس لوگوں کو شہوت پرست لوگ قرار دیا اور تزکیہ نفس سے محض خالی سمجھا تو اس سے ہر ایک شخص معلوم کر سکتا ہے کہ تزکیہ نفس کا مرتبہ دشمنوں پر ظاہر ہو جانا کس قدر مشکل ہے چنانچہ آریہ لوگ خدا تعالیٰ کے تمام نبیوں کو محض مکّار اور شہوت پرست قرار دیتے ہیں اور اُن کا دَور مکر و فریب کا دَور ٹھہراتے ہیں۔

لیکن یہ تیسری علامت کہ الہام اور وحی کے ساتھ جو ایک قول ہے اس کے ساتھ خدا کا ایک فعل بھی ہو۔ یہ ایسی **کامل علامت** ہے جو کوئی اس کو توڑ نہیں سکتا۔ یہی علامت ہے جس سے خدا کے سچے نبی جھوٹوں پر غالب آتے رہے ہیں کیونکہ جو شخص دعویٰ کرے کہ میرے پر خدا کا کلام نازل ہوتا ہے پھر اس کے ساتھ صدہا نشان ظاہر ہوں اور ہزاروں قسم کی تائید اور نصرت الٰہی شامل حال ہو اور اُسکے دشمنوں پر خدا کے کھلے کھلے حملے ہوں پھر کس کی مجال ہے کہ ایسے شخص کو جھوٹا کہہ سکے۔ مگر افسوس کہ دنیا میں بہت سے ایسے لوگ بھی ہیں کہ اس بلا میں پھنس جاتے ہیں کہ کوئی حدیث النفس یا شیطانی وسوسہ اُن کو پیش آجاتا ہے تو اُس کو خدا تعالیٰ کا کلام سمجھ لیتے ہیں اور فعلی شہادت کی کچھ پروا نہیں رکھتے۔

ہاں یہ بھی ممکن ہے کہ کسی کو کبھی شاذ و نادر کے طور پر کوئی سچی خواب آجائے یا سچا الہام ہو جائے مگر وہ صرف اس قدر سے مامور من اللہ نہیں کہلا سکتا اور نہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ نفسانی تاریکیوں سے پاک ہے بلکہ اس قدر رؤیا اور الہام میں قریباً تمام دنیا شریک ہے اور یہ کچھ بھی چیز نہیں اور یہ مادّہ کبھی کبھی خواب یا الہام ہونے کا محض اس لئے انسانوں کی فطرت میں رکھا گیا ہے تا ایک عقلمند انسان خدا کے برگزیدہ رسولوں پر بدظنی نہ کر سکے اور سمجھ سکے کہ وحی اور الہام کا ہر ایک انسان کی فطرت میں تخم داخل ہے پھر اس کی کامل ترقی سے انکار کرنا حماقت ہے۔

لیکن وہ لوگ جو خدا کے نزدیک **مُلْهَم** اور **مُکلَّم** کہلاتے ہیں اور مکالمہ اور مخاطبہ کا شرف رکھتے ہیں اور دعوت خلق کیلئے مبعوث ہوتے ہیں ان کی تائید میں خدا تعالیٰ کے نشان بارش کی طرح برستے ہیں اور دنیا اُن کا مقابلہ نہیں کرسکتی اور فعل الٰہی اپنی کثرت کے ساتھ گواہی دیتا ہے کہ جو کلام وہ پیش کرتے ہیں وہ کلام الٰہی ہے۔ اگر الہام کا دعویٰ کرنے والے اس علامت کو مدنظر رکھتے تو وہ اس فتنہ سے بچ جاتے۔

ایسا ہی اگر الٰہی بخش اس معاملہ میں کچھ سوچتا کہ اُس کی تائید میں خدا تعالیٰ کے نشان کس قدر ظاہر ہوئے اور کس قدر اُس کی تائید اور نصرت ہوئی اور عام لوگوں کی نسبت اُس کو کیا امتیاز بخشا گیا ہے تو وہ اس بلا میں مبتلا نہ ہوتا۔ اب بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ وہ اپنی موت کے بعد ایک انبار جھوٹ اور افترا کا چھوڑ گیا۔ میری نسبت وہ یہ الہام پیش کرتا تھا کہ میری زندگی میں یہ شخص طاعون سے ہلاک ہوگا اور اُس کی تمام جماعت منتشر ہو جائے گی سو اُس نے دیکھ لیا کہ وہ خود طاعون سے ہلاک ہوا اور اس کا دعویٰ تھا کہ وہ نہیں مرے گا جب تک وہ میرا استیصال نہ کر لے مگر اُس نے بچشم خود دیکھ لیا کہ اُس کے جھوٹے الہام کے بعد کئی لاکھ تک میری جماعت پہنچ گئی۔ جب ایسے الہام اُس نے شائع کرنے شروع کئے اُس وقت تو میری جماعت چالیس انسان سے زیادہ نہ تھی اور بعد میں چار لاکھ تک پہنچ گئی اور وہ نہیں مرا جب تک اُس نے اپنی نامُرادی ہر ایک پہلو سے نہ دیکھ لی اور میری کامیابی نہ دیکھ لی اور وہ اپنے جھوٹے الہاموں کے ذریعہ سے ہر ایک مقدمہ میں جو میرے پر دائر ہوتا تھا یہی خیال کرتا تھا کہ میں سزا پا کر عذاب الیم میں مبتلا ہو

جاؤں گا۔ اور ایسے ہی اُس کو الہام ہوتے تھے جن کو وہ اپنے دوستوں میں شائع کرتا تھا مگر خدا تعالیٰ ہر ایک مقدمہ میں عزت کے ساتھ مجھے بری کرتا گیا۔ اور سخت نامُرادی کے ساتھ اُس کو موت آئی۔ پس اس میں کچھ شک نہیں کہ جب اُس کو طاعون ہوگئی اور موت کو اُس نے اپنے سامنے دیکھ لیا۔ تب اُس نے اپنے تمام الہاموں کو **شیطانی کلمات** سمجھا ہوگا اور اُس وقت اُس کو اپنی نسبت یاد آیا ہوگا کہ میں غلطی پر تھا۔ یہ بات بالکل غیر معقول اور خلاف قیاس ہے کہ وہ اس قدر ٹھوکریں کھا کر اور وہ طاعون جو میری طرف منسوب کرتا تھا اس میں اپنے تئیں مبتلا دیکھ کر اور میری کامیابیوں کو اپنے آخری دم میں تصور میں لاکر پھر بھی وہ اپنی پہلی حالت پر قائم رہا ہو جب اُس کو یاد آتا ہوگا کہ میں نے **موسیٰ** ہونے کا دعویٰ کیا تھا اور اپنی کتاب کا نام **عصائے موسیٰ** رکھا تھا اور یہ تمنا کی تھی کہ یہ عصا اُس شخص کو ہلاک کر دے گا جو مسیح موعود کا دعویٰ کرتا ہے اور جب اُس کو یاد آتا ہوگا کہ مَیں نے اس شخص کی نسبت جو مسیح موعود کا دعویٰ کرتا ہے اپنی کتاب عصائے موسیٰ میں پیشگوئی کی تھی کہ وہ میری زندگی میں طاعون سے مرے گا اور جب اُس کو یاد آتا ہوگا کہ میں نے اسی کتاب میں پیشگوئی کی تھی کہ میں نہیں مروں گا جب تک اپنے اس دشمن کو نابود نہ کرلوں۔ تو ہر ایک انسان سوچ سکتا ہے کہ اس حالت میں جبکہ طاعون نے اُس کو پکڑا اُس قدر درد و حسرت اُس کے دامنگیر ہوتی ہوگی۔ کون یقین کر سکتا ہے کہ باوجود اس قدر نامرادی کے اور کھل جانے اس بات کے کہ اُسکے سب الہام جھوٹے نکلے پھر بھی طاعون کے وقت اُس کو اپنے موسیٰ ہونے پر یقین تھا؟ نہیں نہیں ہرگز نہیں بلکہ طاعون نے تمام خیالات اُسکے پاش پاش کر دیئے ہوں گے اور متنبہ کر دیا ہوگا کہ وہ غلطی پر تھا۔ چنانچہ اس واقعہ سے بہت پہلے میرے پر خدا نے ظاہر کیا تھا کہ وہ ان خیالات فاسدہ پر قائم نہیں رہے گا اور آخر ان خیالات سے رجوع کرے گا۔ سو اس میں شک نہیں کہ جب اُس کو ناگہانی طاعون اور بے وقت موت کا نظارہ پیش آیا جس کو وہ خوب جانتا تھا کہ یہ بے وقت اور میرے دعویٰ کے مخالف ہے تو بلا شبہ اس نظارہ نے اس کو یقین دلایا ہوگا کہ اُس کے تمام الہامات شیطانی تھے اس صورت میں لاعلاج حسرت کے ساتھ اُس نے سمجھ لیا ہوگا کہ میں غلطی پر تھا اور جو کچھ میں نے سمجھا وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں تھا اور آگے چل کر ہم بیان کریں گے کہ ایسا سمجھنا اُس کیلئے ضروری تھا کیونکہ اس نظارہ موت سے اُسکے الہامی اقوال یک دفعہ ایسے باطل ثابت ہوئے جیسے ناگہانی طور پر ایک دیوار گرتی ہے۔ یہ اُس کیلئے بعید از قیاس تھا کہ میں اس طاعون سے بچ جاؤں گا کیونکہ 7 / اپریل 1907ء کو جس تاریخ وہ مرا اور اس سے پہلے ایسی تیز اور مہلک طاعون لاہور میں تھی کہ بعض دنوں دو دو سو سے زیادہ لوگ مرتے تھے اور اُس کا ایک عزیز اُس سے ایک دن پہلے طاعون سے مر گیا تھا جسکے جنازہ پر جا کر وہ طاعون خرید لایا۔ پس اس مہلک بیماری میں کون کہہ سکتا ہے کہ میں بچ جاؤں گا بلکہ ہزار ہا لوگ طاعون میں مبتلا ہوتے ہی پس ماندوں کیلئے وصیت لکھا دیتے ہیں۔ غرض طاعون میں مبتلا ہونے کے ساتھ ہی اُس کی تمام موسویت دریا بُرد ہوگئی۔ اور اُس نے ہزاروں مرتے ہوئے انسانوں کو یاد کر کے اور خصوصاً یعقوب کی موت کو تصور میں لاکر سمجھ لیا کہ میں ضرور مروں گا ایسی حالت میں کیونکر وہ اس بات پر قائم رہ سکتا تھا کہ میں موسیٰ ہوں۔ پس یہ خدا کا رحم ہے کہ وہ اپنے عقائد فاسدہ کو ساتھ نہیں لے گیا۔ اور خدا نے اُس کا گلا پکڑ کر اُس سے رجوع کرایا۔ اور اُن لوگوں میں داخل ہوگیا جن کی نسبت خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ

......☆......☆......☆......

فتح عظیم

ڈاکٹر جان الیگزینڈر ڈوئی امریکہ کا جھوٹا نبی میری پیشگوئی کے مطابق ہلاک ہوگیا

مندرجہ بالا عنوان کے تحت سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لکھا:

واضح ہو کہ یہ شخص جس کا نام عنوان میں درج ہے اسلام کا سخت درجہ پر دشمن تھا اور علاوہ اس کے اُس نے جھوٹا دعویٰ پیغمبری کا کیا اور حضرت سیّد النّبیین و اصدق الصادقین و خیر المرسلین و امام الطّیبین جناب تقدّس مآب محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کو کاذب اور مفتری خیال کرتا تھا اور اپنی خباثت سے گندی گالیاں اور فحش کلمات سے آنجناب کو یاد کرتا تھا۔ غرض بُغض دینِ متین کیوجہ سے اُس کے اندر سخت ناپاک خصلتیں موجود تھیں اور جیسا کہ خنزیروں کے آگے موتیوں کا کچھ قدر نہیں ایسا ہی وہ توحید اسلام کو بہت ہی حقارت کی نظر سے دیکھتا تھا اور اس کا استیصال چاہتا تھا۔ اور حضرت عیسیٰؑ کو خدا جانتا تھا اور تثلیث کو تمام دنیا میں پھیلانے کے لئے اتنا جوش رکھتا تھا کہ میں نے باوجود اس کے کہ صدہا کتابیں پادریوں کی دیکھیں مگر ایسا جوش کسی میں نہ پایا چنانچہ اس کے اخبار لیوز آف ہیلنگ مورخہ 19 / دسمبر 1903ء اور 14 / فروری 1907ء میں یہ فقرے ہیں۔

’’میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ
وہ دن جلد آوے کہ اسلام دنیا
سے نابود ہو جاوے۔ اے خدا
تو ایسا ہی کر۔ اے خدا اسلام کو
ہلاک کر دے۔‘‘

اور پھر اپنے پرچہ اخبار 12 / دسمبر 1903ء میں اپنے تئیں سچا رسول اور سچا نبی قرار دے کر کہتا ہے کہ

’’اگر میں سچا نبی نہیں
ہوں تو پھر رُوئے زمین پر کوئی
ایسا شخص نہیں ہے جو خدا کا نبی
ہو۔‘‘

علاوہ اس کے وہ سخت مشرک تھا اور کہتا تھا کہ مجھ کو الہام ہو چکا ہے کہ پچیس برس تک یسوع مسیح آسمان سے اُتر آئے گا اور حضرت عیسیٰ کو در حقیقت خدا جانتا تھا اور ساتھ اس کے میرے دل کو دُکھ دینے والی ایک یہ بات تھی جیسا کہ میں لکھ چکا ہوں کہ وہ نہایت درجہ پر ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن تھا اور میں اس کا پرچہ اخبار لیوز آف ہیلنگ لیتا تھا اور اُس کی بدزبانی پر ہمیشہ مجھے اطلاع ملتی تھی۔ جب اُس کی شوخی انتہا تک پہنچی تو میں نے انگریزی میں ایک چٹھی اُس کی طرف روانہ کی اور مباہلہ کے لئے اُس سے درخواست کی تا خدا تعالیٰ ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہے اُس کو سچے کی زندگی میں ہلاک کرے۔ یہ درخواست دو مرتبہ یعنی 1902ء اور پھر 1903ء میں اُس کی طرف بھیجی گئی تھی اور امریکہ کے چند نامی اخباروں میں بھی شائع کی گئی تھی جن کے نام حاشیہ میں درج ہیں۔

(حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے 32 اخبارات کے نام حاشیہ میں شائع فرمائے ہیں جن میں اس تعلق میں خبریں شائع ہوئیں۔ ناقل)

حضور علیہ السلام فرماتے ہیں: اور اس مضمون مباہلہ میں مَیں نے جھوٹے پر بد دعا بھی کی تھی اور خدا تعالیٰ سے یہ چاہا تھا کہ خدا جھوٹے کا جھوٹ اپنے فیصلہ سے کھول دے۔ اور یہ میرا مضمون مباہلہ کا جیسا کہ ابھی لکھ چکا ہوں امریکہ کے چند روزانہ اور نامی اخباروں میں بخوبی شائع ہو گیا تھا اور یہ اخباریں امریکہ کے عیسائیوں کی تھیں جن کا مجھ سے کچھ تعلق نہ تھا اور اخباروں میں شائع کرانے کی اِس لئے مجھے ضرورت پیش آئی کہ ڈاکٹر ڈوئی جھوٹے نبی نے براہِ راست مجھ کو جواب نہیں دیا تھا آخر میں نے وہ مضمون مباہلہ امریکہ کے اُن نامی اخباروں میں جو روزانہ ہیں اور کثرت سے دنیا میں جاتے ہیں شائع کرا دیا۔ یہ خدا کا فضل ہے کہ باوجودیکہ اڈیٹران اخبارات امریکہ عیسائی تھے اور اسلام کے مخالف تھے تاہم انہوں نے نہایت مدّ و شدّ سے میرے مضمون مباہلہ کو ایسی کثرت سے شائع کر دیا کہ امریکہ اور یورپ میں اس کی دھوم مچ گئی اور ہندوستان تک اس مباہلہ کی خبر ہوگئی۔ اور میرے مباہلہ کا خلاصہ مضمون یہ تھا کہ اسلام سچا ہے اور عیسائی مذہب کا عقیدہ جھوٹا ہے اور میں خدا تعالیٰ کی طرف سے وہی مسیح ہوں جو آخری زمانہ میں آنے والا تھا اور نبیوں کے نوشتوں میں اس کا وعدہ تھا اور نیز میں نے اس میں لکھا تھا کہ ڈاکٹر ڈوئی اپنے دعویٰ رسول ہونے اور تثلیث کے عقیدہ میں جھوٹا ہے اگر وہ مجھ سے مباہلہ کرے تو میری زندگی میں ہی بہت سی حسرت اور دُکھ کے ساتھ مرے گا۔ اور اگر مباہلہ بھی نہ کرے تب بھی وہ خدا کے عذاب سے بچ نہیں سکتا۔ اس کے جواب میں بدقسمت ڈوئی نے دسمبر 1903ء کے کسی پرچہ میں اور نیز 26 / ستمبر 1903ء وغیرہ کے اپنے پرچوں میں اپنی طرف سے یہ چند سطریں انگریزی میں شائع کیں جن کا ترجمہ ذیل میں ہے:

’’ہندوستان میں ایک
بیوقوف محمدی مسیح ہے جو مجھے بار
بار لکھتا ہے کہ مسیح یسوع کی قبر

کشمیر میں ہے اور لوگ مجھے
کہتے ہیں کہ تو اس کا جواب
کیوں نہیں دیتا اور کہ تو کیوں
اس شخص کا جواب نہیں دیتا مگر کیا
تم خیال کرتے ہو کہ میں ان
مچھروں اور مکھیوں کا جواب
دوں گا اگر میں ان پر اپنا پاؤں
رکھوں تو میں ان کو کچل کر مار
ڈالوں گا۔‘‘

اور پھر پرچہ 19/دسمبر 1902ء میں لکھتا ہے کہ:

’’میرا کام یہ ہے کہ میں
مشرق اور مغرب اور شمال اور
جنوب سے لوگوں کو جمع کروں
اور مسیحیوں کو اس شہر اور
دوسرے شہروں میں آباد کروں
یہاں تک کہ وہ دن آجائے کہ
مذہب محمدی دنیا سے مٹایا
جائے۔ اَے خدا ہمیں وہ وقت
دکھلا۔‘‘

غرض یہ شخص میرے مضمون مباہلہ کے بعد جو یورپ اور امریکہ اور اس مُلک میں شائع ہو چکا تھا بلکہ تمام دنیا میں شائع ہو گیا تھا شوخی میں روز بروز بڑھتا گیا اور اس طرف مجھے یہ انتظار تھی کہ جو کچھ میں نے اپنی نسبت اور اُس کی نسبت خدا تعالیٰ سے فیصلہ چاہا ہے ضرور خدا تعالیٰ سچا فیصلہ کرے گا اور خدا تعالیٰ کا فیصلہ کاذب اور صادق میں فرق کر کے دکھلا دے گا۔

اور میں ہمیشہ اس بارہ میں خدا تعالیٰ سے دُعا کرتا تھا اور کاذب کی موت چاہتا تھا چنانچہ کئی دفعہ خدا تعالیٰ نے مجھے خبر دی کہ تو غالب ہوگا اور دشمن ہلاک کیا جائے گا اور پھر ڈوئی کے مرنے سے قریباً پندرہ دن پہلے خدا تعالیٰ نے اپنی کلام کے ذریعہ سے مجھے میری فتح کی اطلاع بخشی جس کو میں اس رسالہ میں جس کا نام ہے **قادیان کے آریہ اور ہم** اس کے ٹائٹل پیج کے پہلے ورق کے دوسرے صفحہ میں ڈوئی کی موت سے قریباً دو ہفتہ پہلے شائع کر چکا ہوں اور وہ یہ ہے۔

تازہ نشان کی پیشگوئی

خدا فرماتا ہے کہ میں ایک تازہ نشان ظاہر کروں گا جس میں فتح عظیم ہوگی وہ تمام دنیا کیلئے ایک نشان ہوگا (یعنی ظہور اس کا صرف ہندوستان تک محدود نہیں ہوگا) اور خدا کے ہاتھوں سے اور آسمان سے ہوگا چاہئے کہ ہر ایک آنکھ اس کی منتظر رہے۔ کیونکہ خدا اس کو عنقریب ظاہر کرے گا تا وہ یہ گواہی دے کہ یہ عاجز جس کو تمام قومیں گالیاں دے رہی ہیں اس کی طرف سے ہے مبارک وہ جو اس سے فائدہ اُٹھاوے۔

المشتہر

میرزا غلام احمد مسیح موعود

مشتہرہ 20/فروری 1907ء

اب ظاہر ہے کہ ایسا نشان (جو فتح عظیم کا موجب ہے) جو تمام دنیا ایشیا اور امریکہ اور یورپ اور ہندوستان کے لئے ایک کھلا کھلا نشان ہوسکتا ہے وہ یہی ڈوئی کے مرنے کا نشان ہے کیونکہ اور نشان جو میری پیشگوئیوں سے ظاہر ہوئے ہیں وہ تو پنجاب اور ہندوستان تک ہی محدود تھے اور امریکہ اور یورپ کے کسی شخص کو اُن کے ظہور کی خبر نہ تھی۔ لیکن یہ نشان پنجاب سے بصورت پیشگوئی ظاہر ہو کر امریکہ میں جا کر ایسے شخص کے حق میں پورا ہوا جسکو امریکہ اور یورپ کا فرد فرد جانتا تھا اور اُس کے مرنے کے ساتھ ہی بذریعہ تاروں کے اُس مُلک کے انگریزی اخباروں کو خبر دی گئی چنانچہ پایونیر نے (جو اِلہ آباد سے نکلتا ہے) پرچہ 11/مارچ 1907ء میں اور سول اینڈ ملٹری گزٹ نے (جو لاہور سے نکلتا ہے) پرچہ 12/ مارچ 1907ء میں اور انڈین ڈیلی ٹیلیگراف نے (جو لکھنؤ سے نکلتا ہے) پرچہ 12/مارچ 1907ء میں اس خبر کو شائع کیا ہے۔ پس اس طرح پر قریباً تمام دنیا میں یہ خبر شائع کی گئی اور خود یہ شخص اپنی دنیوی حیثیت کی رو سے ایسا تھا کہ عظیم الشان نوابوں اور شاہزادوں کی طرح مانا جاتا تھا۔ چنانچہ وِب نے جو امریکہ میں مسلمان ہو گیا ہے میری طرف اسکے بارہ میں ایک چٹھی لکھی تھی کہ ڈاکٹر ڈوئی اس ملک میں نہایت معززانہ اور شاہزادوں کی طرح زندگی بسر کرتا ہے۔ اور باوجود اِس عزت اور شہرت کے جو امریکہ اور یورپ میں اُس کو حاصل تھی خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ ہوا کہ میرے مباہلہ کا مضمون اُس کے مقابل پر امریکہ کے بڑے بڑے نامی اخباروں نے جو روزانہ ہیں شائع کر دیا اور تمام امریکہ اور یورپ میں مشہور کر دیا اور پھر اس عام اشاعت کے بعد جس ہلاکت اور تباہی کی اُس کی نسبت پیشگوئی میں خبر دی گئی تھی وہ ایسی صفائی سے پوری ہوئی کہ جس سے بڑھ کر اکمل اور اتم طور پر ظہور میں آنا متصور نہیں ہوسکتا۔ اُس کی زندگی کے ہر ایک پہلو پر آفت پڑی۔ اُس کا خائن ہونا ثابت ہوا اور وہ شراب کو اپنی تعلیم میں حرام قرار دیتا تھا مگر اُس کا شراب خوار ہونا ثابت ہو گیا۔ اور وہ اُس اپنے آباد کردہ شہر **صیحون** سے بڑی حسرت کے ساتھ نکالا گیا جس کو اُس نے کئی لاکھ روپیہ خرچ کر کے آباد کیا تھا اور نیز سات کروڑ نقد روپیہ سے جو اس کے قبضہ میں تھا اُس کو جواب دیا گیا۔ اور اُس کی بیوی اور اُس کا بیٹا اس کے دشمن ہو گئے اور اُس کے باپ نے اشتہار دیا کہ وہ ولد الزنا ہے۔ پس اِس طرح پر وہ قوم میں ولد الزنا ثابت ہوا۔ اور یہ دعویٰ کہ میں بیماروں کو معجزہ سے اچھا کرتا ہوں۔ یہ تمام لاف وگزاف اُس کی محض جھوٹی ثابت ہوئی اور ہر ایک ذلّت اُس کو نصیب ہوئی اور آخر کار اُس پر فالج گِرا اور ایک تختہ کی طرح چند آدمی اُس کو اُٹھا کر لے جاتے رہے اور پھر بہت غموں کے باعث پاگل ہو گیا اور حواس بجا نہ رہے۔ اور یہ دعویٰ اُس کا کہ میری ابھی بڑی عمر ہے اور میں روز بروز جوان ہوتا جاتا ہوں اور لوگ بُڈھے ہوتے جاتے ہیں محض فریب ثابت ہوا۔ آخر کار مارچ 1907ء کے پہلے ہفتہ میں ہی بڑی حسرت اور درد اور دکھ کے ساتھ مر گیا۔

اَب ظاہر ہے کہ اس سے بڑھ کر اور کیا معجزہ ہوگا چونکہ میرا اصل کام کسر صلیب ہے سو اُسکے مرنے سے ایک بڑا حصہ صلیب کا ٹوٹ گیا۔ کیونکہ وہ تمام دنیا سے اول درجہ پر حامیٔ صلیب تھا جو پیغمبر ہونے کا دعویٰ کرتا تھا اور کہتا تھا کہ میری دعا سے تمام مسلمان ہلاک ہو جائیں گے اور اسلام نابود ہو جائے گا اور خانہ کعبہ **ویران** ہو جائے گا۔ سو خدا تعالیٰ نے میرے ہاتھ پر اُس کو ہلاک کیا۔ میں جانتا ہوں کہ اُس کی موت سے پیشگوئی قتل خنزیر والی بڑی صفائی سے پوری ہو گئی۔ کیونکہ ایسے شخص سے زیادہ خطرناک کون ہوسکتا ہے کہ جس نے جھوٹے طور پر پیغمبری کا دعویٰ کیا اور خنزیر کی طرح جھوٹ کی نجاست کھائی۔ اور جیسا کہ وہ خود لکھتا ہے اُس کے ساتھ ایک لاکھ کے قریب ایسے لوگ ہو گئے تھے جو بڑے مالدار تھے بلکہ سچ یہ ہے کہ مسیلمہ کذّاب اور اَسود عنسی کا وجود اس کے مقابل پر کچھ بھی چیز نہ تھا۔ نہ اس کی طرح شہرت اُن کی تھی اور نہ اُس کی طرح کروڑ ہا روپیہ کے وہ مالک تھے پس میں قسم کھا سکتا ہوں کہ یہ وہی خنزیر تھا جس کے قتل کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی کہ مسیح موعود کے ہاتھ پر مارا جائے گا۔ اگر میں اُس کو مباہلہ کیلئے نہ بُلاتا۔ اور اگر میں اُس پر بددعا نہ کرتا اور اس کی ہلاکت کی پیشگوئی شائع نہ کرتا تو اس کا مرنا اسلام کی حقیّت کیلئے کوئی دلیل نہ ٹھہرتا لیکن چونکہ میں نے صدہا اخباروں میں پہلے سے شائع کرادیا تھا کہ وہ میری زندگی میں ہی ہلاک ہوگا میں مسیح موعود ہوں اور ڈوئی کذّاب ہے اور بار بار لکھا کہ اس پر یہ دلیل ہے کہ وہ میری زندگی میں ذلت اور حسرت کے ساتھ ہلاک ہو جائے گا چنانچہ وہ میری زندگی میں ہی ہلاک ہو گیا۔ اس سے زیادہ کھلا کھلا معجزہ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کو سچا کرتا ہے اور کیا ہوگا؟ اب وہی اِس سے انکار کرے گا جو سچائی کا دشمن ہوگا۔ **والسّلام علیٰ من اتّبع الھُدیٰ۔**

......☆......☆......☆......

سعد اللہ لدھیانوی کا عبرتناک انجام

منجملہ اُن نشانوں کے سعد اللہ لودھانوی کی موت ہے جو پیشگوئی کے مطابق ظہور میں آئی۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب منشی سعد اللہ لودھانوی بدگوئی اور بدزبانی میں حد سے بڑھ گیا اور اپنی نظم اور نثر میں اس قدر اُس نے مجھ کو گالیاں دیں کہ میں خیال کرتا ہوں کہ پنجاب کے تمام بدگو دشمنوں میں سے اوّل درجہ کا وہ گندہ زبان مخالف تھا۔ تب میں نے اُسکی موت کیلئے جناب الٰہی میں دعا کی کہ وہ میری زندگی میں ہی نامراد رہ کر ہلاک ہو اور ذلت کی موت سے مرے۔ اس دعا کا باعث صرف اُس کی گالیاں نہیں تھیں بلکہ بڑا باعث یہ تھا کہ وہ میری موت کا خواہاں تھا اور اپنی نظم ونثر میں میرے لئے بددعائیں کرتا تھا اور اپنی سفاہت اور جہالت سے میری تباہی اور ہلاکت کو بدل چاہتا تھا اور **لعنۃ اللہ علی الکاذبین** میرے حق میں اُس کا ورد تھا اور تمنا کرتا تھا کہ میں اس کی زندگی میں تباہ ہو جاؤں اور ہلاک ہو جاؤں اور یہ سلسلہ زوال پذیر ہو جائے اور اس وجہ سے جھوٹا ٹھیروں اور مخلوق کی لعنت کا نشانہ

بنوں۔ اور اگرچہ یہ تمنا ہر ایک دشمن میں پائی جاتی ہے کہ وہ میری موت دیکھیں اور اُن کی زندگی میں میری موت ہو لیکن یہ شخص سب سے بڑھ گیا تھا اور ہر ایک بدی کیلئے جب بدقسمت مخالف قصد کرتے تھے تو وہ اس منصوبہ سے پورا حصہ لیتا تھا اور میں باور نہیں کر سکتا کہ جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے کسی نے ایسی گندی گالیاں کسی نبی اور مرسل کو دی ہوں جیسا کہ اُس نے مجھے دیں۔ چنانچہ جس شخص نے اُس کی مخالفانہ نظمیں اور نثریں اور اشتہار دیکھے ہوں گے اس کو معلوم ہوگا کہ وہ میری ہلاکت اور نابود ہونے کیلئے اور نیز میری ذلت اور نامرادی دیکھنے کیلئے کس قدر حریص تھا اور میری مخالفت میں کہاں تک اُس کا دل گندہ ہو گیا تھا پس ان تمام امور کے باعث میں نے اس کے بارے میں یہ دعا کی کہ میری زندگی میں اس کو نامرادی اور ذلّت کی موت نصیب ہو۔ سو خدا نے ایسا ہی کیا اور جنوری 1907ء کے پہلے ہی ہفتہ میں چند گھنٹہ میں نمونیا پلیگ سے اس جہان فانی سے ہزاروں حسرتوں کے ساتھ کوچ کر گیا۔

چنانچہ اخبار اہل حدیث کے اڈیٹر مولوی ثناء اللہ صاحب نے اپنے اخبار کے صفحہ 4 میں سعد اللہ کی موت پر حسرت کی طرف ان الفاظ سے اشارہ کیا ہے کہ اسکے لڑکے کی نسبت حاجی عبد الرحیم کی دختر سے ہو چکی تھی اور عنقریب شادی ہونیوالی تھی کہ سعد اللہ کا انتقال ہو گیا اور سعد اللہ کو یہ بھی نصیب نہ ہوا کہ اپنے لڑکے کی شادی دیکھ لیتا جبکہ اُس کا ایک ہی لڑکا تھا اور شادی کا تمام سامان اُس نے اکٹھا کر لیا تھا اور چند روز میں ہی اس منحوس کام کو انجام دینے کو طیار تھا کہ فرشتہ ملک الموت نے آ پکڑا اور یہ قول مولوی ثناء اللہ صاحب کا قرین قیاس ہے کیونکہ ہماری جماعت کے بعض صاحبوں نے بار بار اس کو یہ کہہ کر ملزم کیا تھا کہ تیری نسبت قریباً تیرہ سال سے مسیح موعود کو یہ الہام ہو چکا ہے کہ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ یعنے تیرے بدگو دشمن سعد اللہ کی قطع نسل کی جائے گی۔ پھر تُو اپنے لڑکے کی کیوں کسی جگہ شادی نہیں کرتا تا نسل جاری ہو۔ پس قریب قیاس ہے کہ ان بار بار کی ملامتوں کو سن کر سعد اللہ نے کسی جگہ اپنے لڑکے کی نسبت کر دی ہو۔ مگر شادی کی ابھی طیاری ہو رہی تھی کہ سعد اللہ کی دوسرے جہان کی طرف طیاری ہوگئی۔ پس سعد اللہ کا شادی کا نام لیتے ہی مرجانا یہ بھی ایک نامرادی ہے۔ پس اس میں کیا شک ہو سکتا ہے کہ وہ میری پیشگوئی کے مطابق نامراد مرا۔ اور بلاشبہ یہ ایک ذلّت کی موت ہے کہ وہ پیشگوئی کے اس مفہوم کو اپنی کوشش سے دور نہ کر سکا کہ آئندہ اسکی نسل نہیں چلے گی اور نہ اس پیشگوئی کو اپنی طاقت سے رفع کر سکا کہ میری زندگی میں ہی اس کی موت ہوگی اور میری ہر ایک ترقی کو دیکھ کر مرے گا۔

اور مولوی ثناء اللہ صاحب کا اپنے اخبار 8/فروری 1907ء میں ابتر کی پیشگوئی کو ردّ کرنے کیلئے یہ عذر پیش کرنا کہ سعد اللہ ایک لڑکا چھوڑ گیا ہے پھر کیونکر اس کو ابتر کہہ سکتے ہیں۔ یہ اس کا ایسا بیان ہے جس سے سمجھا جاتا ہے کہ یا تو اُس نے خود دھوکہ کھایا یا عمداً لوگوں کو دھوکہ دینا چاہتا ہے۔ کیونکہ ہر ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ جو کچھ خدا تعالیٰ نے اپنی وحی کے ذریعہ سے میرے پر ظاہر کیا ہے وہ سعد اللہ کی موجودہ حالت کی نسبت بیان نہیں اور ہر ایک کو معلوم ہے کہ پیشگوئی کے وقت میں سعد اللہ کا لڑکا بعمر پندرہ سال یا چودہ سال موجود تھا اور باوجود لڑکے کے موجود ہونے کے خدا تعالیٰ نے اپنی پیشگوئی میں اسکا نام ابتر رکھا تھا اور فرمایا تھا کہ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ یعنی خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ تیرا بدگو ہی ابتر ہوگا نہ کہ تُو۔ چونکہ سعد اللہ اپنی تحریروں میں بار بار میری نسبت یہ ظاہر کرتا تھا کہ یہ شخص مفتری ہے جلد تباہ ہو جائے گا اور کچھ بھی اس کا باقی نہیں رہے گا۔ پس خدا تعالیٰ نے اس کے ان الفاظ کے مقابل پر جو محض شوخی اور شرارت سے بھرے ہوئے تھے یہ فرمایا کہ آخر کار وہ خود تباہ ہو جائے گا اس کا کچھ باقی نہیں رہے گا۔ پس پیشگوئی کے معنی پیشگوئی کو مدّ نظر رکھ کر کرنے چاہئیں پیشگوئی نے موجودہ لڑکے کو کالعدم قرار دے کر قطع نسل کا وعدہ دیا ہے اور یہ اشارہ کیا ہے کہ اس لڑکے کا ہونا نہ ہونا برابر ہے۔ پس اس جگہ قاموس وغیرہ کا ابتر کے معنی کے بارے میں حوالہ دینا صرف بیہودہ گوئی اور حماقت ہے۔ اس مقدمہ کی یہ صورت تو نہیں ہے کہ پیشگوئی کے بعد لڑکا پیدا ہو گیا بلکہ وہ لڑکا جواب موجود ہے پیشگوئی کے وقت میں پندرہ یا چودہ برس کا تھا اور اب تیس یا اکتیس برس کا ہوگا۔ پس جبکہ پیشگوئی کے زمانہ میں یہ لڑکا موجود تھا تو ایک عقلمند صاف سمجھ سکتا ہے کہ اس پیشگوئی کا یہ مطلب ہے کہ یہ لڑکا کالعدم ہے اور اسکے بعد نسل کا خاتمہ ہے اور یہی خدا تعالیٰ کی طرف سے مجھے تفہیم ہوئی تھی۔ ملہم سے زیادہ کوئی الہام کے معنی نہیں سمجھ سکتا اور نہ کسی کا حق ہے جو اسکے مخالف کہے۔ پس جبکہ خدا تعالیٰ نے اِس پیشگوئی کے یہی معنی کھولے کہ یہ لڑکا کالعدم ہے اور اسکے بعد سعد اللہ کی نسل نہیں چلے گی اور اسی پر سعد اللہ کی نسل کا خاتمہ ہو جائے گا تو پھر کس قدر ہٹ دھرمی ہے کہ یہ کہنا کہ سعد اللہ اپنی موت کے بعد لڑکا چھوڑ گیا۔

اَے نادان! یہ لڑکا تو پیشگوئی کے وقت موجود تھا اور محاورات عرب کو بالاستقصاء دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ اَبتر کے لفظ میں یہ شرط نہیں ہے کہ کوئی شخص صاحب اولاد اس حالت میں مرے کہ جب اس کی زندگی میں اسکی اولاد فوت ہو جائے بلکہ نسل کی جڑھ کٹ جانا شرط ہے جیسا کہ بتر کے معنی لغت عرب میں یہ لکھے ہیں کہ **البتر: استیصال الشَّیِٔ قطعًا** یعنی بتر کہتے ہیں کسی چیز کو جڑھ سے کاٹ دینے کو۔ پس اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ پیشگوئی آئندہ نسل کیلئے تھی۔ یعنی یہ کہ موجودہ لڑکے سے آئندہ نسل نہیں چلے گی جیسا کہ ہم آئندہ تصریح سے بیان کریں گے۔ پس جس شخص کی فطرت میں ایک ذرّہ عقل اور حیا ہے وہ سمجھ سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ کا کسی کی نسبت یہ پیشگوئی کرنا کہ فلاں شخص منقطع النسل ہو جائے گا۔ اس پیشگوئی کیلئے یہ ضروری نہیں کہ اسکی زندگی میں ہی وہ تمام نسل مر جائے کیونکہ اگر یہی شرط ہوتو پھر ایسی صورت میں ایسی قطع نسل کا کیا نام رکھنا چاہئے کہ ایک انسان ایک یا دو ولد چھوڑ کر مر جائے اور بعد اس کے کسی وقت وہ لڑکے بھی مر جائیں اور کچھ نسل باقی نہ رہے کیا عرب کے محاورات میں بجز ابتر کے لفظ کے ایسی صورت میں کوئی اور لفظ بھی موجود ہے اور کیا یہ کہنا جائز ہوگا کہ ایسا شخص منقطع النسل نہیں اور لفظ **استیصال الشَّیِٔ قطعًا** اُس پر لازم نہیں آتا۔ پس ظاہر ہے کہ ایسا خیال حماقت اور دیوانگی ہے اور زبان عرب میں اس قسم کے قطع نسل کے لئے بجز لفظ ابتر کے اور کوئی لفظ مقرر نہیں۔ اہل عرب اُس شخص کو بہر حال ابتر ہی کہتے ہیں جس کی اولاد اُس کی زندگی میں یا بعد اسکے اپنی موت کی وجہ سے اس کو لاولد کے نام سے موسوم کرے بلکہ ہر ایک ملک میں ایسے شخص کا نام بہرحال ابتر ہی ہے جس کی نسل باقی نہ رہے اور منقطع النسل کر کے پکارا جائے اور ائمہ لغت عرب میں سے کسی نے یہ بیان نہیں کیا کہ ابتر ہونے کیلئے لازمی طور پر یہ شرط ہے کہ ایک شخص کے اولاد ہو کر اس کی زندگی میں ہی مر جائے۔ اور اگر کسی کی اولاد اس کی زندگی میں فوت نہ ہو مگر اُس کے مرنے کے بعد فوت ہو کر قطع نسل کر دے تو کیا عرب کی زبان میں ایسے شخص کو کسی اور نام سے موسوم کرتے ہیں۔ بلکہ جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں اِس لفظ کے اصل مادہ میں بہت وسعت ہے کیونکہ عربی میں بتر صرف جڑھ کاٹ دینے کو کہتے ہیں......

واضح ہو کہ عرب کی زبان میں ابتر کا لفظ ایک وسیع لفظ ہے **لسان العرب** میں لکھا ہے: **ترجمہ از عربی:** بتر کہتے ہیں ایک چیز کا جڑھ سے کاٹ دینا۔ دوسرے معنی بتر کے یہ ہیں کہ دُم وغیرہ کو کاٹ دینا۔ (1) ابتر اُسکو کہتے ہیں جس کی دُم کاٹی گئی ہو۔ (2) سانپوں کی اقسام میں سے ایک قسم کے سانپوں کا نام ابتر ہے اِس قسم کے سانپ کو شیطان کہتے ہیں اگر حاملہ عورت اُس کو دیکھے تو اُس کا حمل ساقط ہو جاتا ہے۔ (3) اور حدیث میں ہے کہ ہر ایک امر شاندار جس کو حمد الٰہی سے شروع نہ کیا جاوے وہ ابتر ہے۔ (4) اور ابتر اُس کو بھی کہتے ہیں کہ جو عقب نہ رکھتا ہو یعنی اُس کا کوئی بیٹا نہ ہو یا بیٹے کا بیٹا نہ ہو۔ **لسان العرب** میں لکھا گیا ہے کہ عقب ولد کو بھی کہتے ہیں اور ولد الولد کو بھی کہتے ہیں۔ پس ان معنوں کی رو سے جس کا بیٹا نہیں وہ بھی ابتر ہے اور جسکے بیٹے کے آگے بیٹا نہیں وہ بھی ابتر ہے مگر جس کے کئی بیٹوں میں سے کسی بیٹے کی نسل چل جائے اُس کو ابتر نہیں کہہ سکتے۔ پس جو شخص مر جائے اور ایسا کوئی بچہ نہ چھوڑے اُس کا نام بھی ابتر ہے اور اس کے موافق خدا تعالیٰ کے اس قول کی تفسیر کی گئی ہے کہ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ یہ آیت عاصی ابن وائل کے حق میں نازل ہوئی تھی۔ وہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ بیٹھے ہوئے تھے۔ پس عاصی بن وائل نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ ابتر ہے یعنی اس کا کوئی لڑکا نہیں ہے اور نہ لڑکے کا لڑکا۔ تب خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اَے محمد جو تیرا بدگو ہے وہی ابتر ہے یعنی مقدر یوں ہے کہ جس اولاد پر وہ ناز کرتا ہے آخر اُسکی اولاد فنا ہو جائے گی۔ گو اُسکی زندگی میں یا بعد اُسکے اور سلسلہ نسل ختم ہو جائے گا۔ یہ تو ظاہر ہے کہ عاصی بن وائل اولاد رکھتا تھا کیونکہ اگر وہ ابتر یعنے بے اولاد ہوتا تو یہ غیر معقول بات تھی کہ باوجود آپ ابتر ہونے کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ابتر رکھتا۔ پس

خدائے تعالیٰ کی طرف سے یہ پیشگوئی تھی کہ انجام کار اس کی نسل قطع ہو جائے گی۔ گو اُس کی زندگی میں ہو یا بعد اُسکے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ وہ اولاد چھوڑ کر مر گیا تھا لیکن بعد اُسکے اُسکی اولاد کا بھی خاتمہ ہو گیا۔ کیونکہ اگر اولاد اُسکے روبرو مرتی تو ضرور اُسکا ذکر کیا جاتا۔ اور باقی ترجمہ یہ ہے کہ اس جگہ ابتر کے یہ معنی بھی جائز ہیں کہ ابتر اُس کو کہتے ہیں کہ ہر ایک خیر سے محروم اور بے نصیب ہو اور ابن عباس کی حدیث میں ہے کہ جب ابن اشرف مکہ میں آیا تو اُس کو قریش نے کہا کہ تو سب مدینہ والوں سے بہتر اور اُن کا سردار ہے۔ اُس نے کہا کہ ہاں میں ایسا ہی ہوں تب قریش نے کہا کہ کیا تو اس شخص کی طرف نہیں دیکھتا (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف) یہ ایک کمزور اور ضعیف اور گمنام شخص ہے نہ اس کا کوئی بیٹا اور نہ کوئی بھائی اور نہ کوئی دوستوں کی جماعت اسکے ساتھ ہے بلکہ ایک فرد واحد اکیلی جان ہے اور قوم میں سے کاٹا ہوا ہے یعنی قوم نے بباعث مخالفت مذہب اپنی جماعت میں سے اس کو خارج کر دیا ہے اور فتویٰ دے دیا ہے کہ کوئی اس کے ساتھ میل ملاپ نہ کرے اور نہ کوئی اس کی ہمدردی کرے اور باوجود اس بات کے کہ یہ شخص کچھ بھی عزت نہیں رکھتا اور اس کو کوئی جانتا نہیں کہ کون ہے پھر یہ گمان کرتا ہے کہ ہم سے بہتر ہے۔ لیکن ہم ایک معزز جماعت ہیں تمام حج کرنیوالے ہم میں سے ہیں اور ہم اُن کے سردار ہیں اور خانہ کعبہ کے متولّی اور خادم بھی ہم ہی ہیں اور حاجیوں کو پانی پلانے کا شرف بھی ہمیں ہی حاصل ہے مگر یہ شخص تو کسی شمار میں نہیں۔ جب یہ تمام باتیں ابن الاشرف نے سنیں تو اُس بد بخت نے جواب دیا کہ درحقیقت تم اس شخص سے جو پیغمبری کا دعویٰ کرتا ہے بہتر ہو۔ تب خدا تعالیٰ نے اُس کے حق میں اور قریش کی اُس تمام جماعت کے حق میں جو ابتر کہتی تھی فرمایا کہ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ یعنی ابن الاشرف نے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتر کہا اور قریش کے کفّار نے بھی ابتر کہا یہ خود ابتر ہیں یعنے ان کی اولاد کا سلسلہ منقطع ہو جائے گا اور ہر ایک خیر و برکت سے محروم مریں گے۔ اس بات کو تو آج تک کوئی ثابت نہیں کر سکا کہ وہ تمام قریش کے لوگ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتر کہتے تھے اُن کی زندگی میں ہی اُن کے تمام لڑکے مر گئے تھے یا اُن کی اولاد نہیں تھی کیونکہ اگر اُن کی اولاد نہ ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہرگز وہ لوگ ابتر نہ کہتے۔ یہ بات کوئی عقلمند قبول نہیں کر سکتا کہ ایک شخص خود ابتر ہو کر دوسرے کو ابتر کہے پس ماننا پڑتا ہے کہ اُن کی اولاد موجود تھی اور یہ دوسرا امر کہ پیشگوئی کے مطابق اُن لوگوں کی اولاد اُن کی زندگی میں ہی مر گئی تھی یہ امر بھی قرین قیاس نہیں اور عقل اس کو ہرگز باور نہیں کر سکتی۔ کیونکہ ایسا کہنے والے نہ ایک نہ دو بلکہ صدہا شریر النفس اور خبیث الطبع آدمی تھے جن کی اولاد کی ہزارہا تک نوبت پہنچی تھی۔ پس اگر اُن کی زندگی میں ہی اُن کی تمام اولاد مر جاتی تو ملک میں ایک کہرام مچ جاتا۔ کیونکہ معجزہ کے طور پر ہزارہا بچوں کا مر جانا اور پھر لاولد ہونے کی حالت میں ان کے باپوں کا مرنا یہ ایسا معجزہ نہیں تھا جو مخفی رہ سکتا اور ضرور تھا کہ احادیث اور تاریخوں کی کتابوں میں اس کا ذکر ہوتا۔ پس اس سے یقینی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ اکثر اُن کے اولاد چھوڑ کر مر گئے تھے اور بعد میں پیشگوئی کے مطابق آہستہ آہستہ اُن کی نسل منقطع ہو گئی پس قرآن شریف کی یہ پیشگوئی جو قریش کے کافروں کے حق میں تھی یعنے اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ یہ بعینہٖ اسی رنگ کی پیشگوئی ہے جو میں نے خدا تعالیٰ سے الہام پا کر سعد اللہ لودھیانوی کے حق میں کی تھی۔ پس اسی طرح اُس کا ظہور ہوگا جس کے کان سُننے کے ہوں سُنے۔ بقیہ ترجمہ **لسان العرب** کا یہ ہے کہ ابتر مفلس کو بھی کہتے ہیں اور اس شخص کو بھی جو خسارہ میں ہو۔ اور اُن چیزوں کو ابتر کہتے ہیں جو مشکیزہ اور بوکا وغیرہ میں سے قبضہ نہ رکھتے ہوں۔

اِس تمام تحقیق سے ظاہر ہے کہ اوّل تو ابتر کا لفظ بے فرزند ہونے کیلئے مخصوص نہیں ہے بلکہ ہر ایک بے نصیب اور نامراد جو ناکام اور زیان کار ہے اس کو بھی ابتر کہتے ہیں جیسا کہ سعد اللہ اپنے کاموں میں نامراد گیا اور میرے مقابل پر جو کچھ اس کی آرزو تھی سب میں اس کو نامرادی نصیب ہوئی جیسا کہ ہم آگے چل کر بیان کریں گے۔ علاوہ اس کے تحقیق متذکرہ بالا کی رو سے ثابت ہو گیا کہ ابتر ہونے کیلئے یہ ضروری نہیں کہ انسان ایسی حالت میں مرے جبکہ کوئی اُس کی اولاد نہ ہو بلکہ اگر بعد میں بھی اسکی اولاد کا سلسلہ منقطع ہو جائے اور پوتے سے آگے نہ چلے تب بھی وہ ابتر کہلاتا ہے جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں کہ قریش کے صدہا خبیث طبع لوگوں نے آنحضرت صلعم کا نام ابتر رکھا تھا اور وہ لوگ صاحبِ اولاد تھے اور اسلامی تاریخ میں ثابت نہیں کیا گیا کہ ان کی حیات میں ہی اُن کے بیٹے اور پوتے ہلاک ہو گئے تھے بلکہ بعد میں آہستہ آہستہ ان کا قطع نسل ہو گیا تھا سو وہ پیشگوئی جو خدا تعالیٰ کی طرف سے میرے پر ظاہر ہوئی اس کا بھی یہی منشاء تھا کہ آخر کار سعد اللہ کی قطع نسل ہو جائے گی۔ چنانچہ اسکے علامات بھی ظاہر ہو گئے کہ باوجود اسکے کہ پیشگوئی پر بارہ سال کے قریب مدت گذر گئی تب بھی سعد اللہ کے گھر میں پیشگوئی کے بعد لڑکا نہ ہوا اور نہ اُس کے لڑکے کی اولاد ہوئی۔ کیا اِس واقعہ سے پیشگوئی کے اثر کی کچھ بھی بُو نہیں آتی کہ پیشگوئی کے بعد تخمیناً بارہ سال تک سعد اللہ زندہ رہا اور جورو رکھتا تھا مگر پھر بھی اولاد کا ہونا ایسا رُک گیا جیسا کہ ایک سیلاب کے آگے بندھ لگایا جاتا ہے اور لڑکا جو پیشگوئی سے پہلے بعمر پندرہ سال موجود تھا وہ بھی تیس سال تک پہنچ گیا اور شادی تک نوبت نہ آئی اور سعد اللہ ایک جوان مضبوط تھا اور اس لائق تھا کہ پیشگوئی کے بعد کئی لڑکے اس کے گھر میں پیدا ہو جاتے لیکن پیشگوئی کے بعد موت کے دن تک اس کے گھر میں کوئی زندہ رہنے والا لڑکا پیدا نہیں ہوا اور نہ اس کے لڑکے کے گھر میں کچھ اولاد ہوئی بلکہ اب تک وہ شادی سے محروم ہے اور سُنا گیا ہے کہ اس کی عمر تیس برس یا اس سے زائد ہے۔ پس پیشگوئی نے اپنی سچائی کو ظاہر کر دیا کہ پیشگوئی کے بعد خدا تعالیٰ نے سعد اللہ کے گھر میں نسل کا پیدا کرنا روک دیا۔ ہر ایک شخص جو کچھ حیا اور شرم کا مادہ اپنے اندر رکھتا ہے وہ سمجھ سکتا ہے کہ پیشگوئی کے ساتھ ہی آئندہ بارہ برس تک سلسلہ اولاد کا قطع ہو جانا اور اُسی حالت میں سعد اللہ کا مر جانا یہ ایسا امر نہیں ہے کہ نظر انداز کیا جائے جس حالت میں بد قسمت سعد اللہ کے ان کلمات کے بعد جو اُس نے میری نسبت کہے یعنی یہ کہ گویا میں مع اپنی تمام اولاد کے ہلاک ہو جاؤنگا اور کچھ بھی میرا باقی نہیں رہے گا اور جماعت درہم برہم ہو جائے گی خدا نے اس کی نسبت یہ الہام دیا کہ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ یعنے تو ابتر نہیں ہوگا بلکہ تیرا بدگو ہی ابتر رہے گا۔ تو اب دیکھنا چاہئے کہ اس پیشگوئی کا نتیجہ کیا ہوا۔ صاف ظاہر ہے کہ نتیجہ یہ ہوا کہ بد قسمت سعد اللہ ابتر کے لفظ کے ہر ایک معنی کی رو سے جو لغت میں کئے گئے ہیں خدا تعالیٰ کے قہر اور غضب کا مورد ہو گیا اپنے ارادہ میں خائب و خاسر رہا جیسا کہ ابتر کے لفظ کے ایک یہ بھی معنی ہیں اور ابھی ہم یہ معنے بھی لکھ چکے ہیں۔ دوسرے یہ معنی بھی اُس پر صادق آئے کہ آخر کار پادریوں کا نوکر ہو کر جو دین اسلام کی توہین میں ہر وقت لگے رہتے ہیں ذلت کی زندگی اختیار کی اور وہ خیر اور برکت جو ایک غیرت مند اسلام کے حصہ میں آتی ہے اس سے بے نصیب ہو گیا۔ یہ اس کا نتیجہ تھا کہ محض شرارت اور دنیاداری سے حق کی مخالفت پر کمر بستہ تھا۔ لہٰذا اس پر یہ رجعت پڑی کہ میری اطاعت کا جُوا نہ اُٹھایا مگر پادریوں کی اطاعت کا جُوا اُٹھا لیا۔ پس اِن معنوں کے رو سے بھی وہ ابتر ٹھہرا۔ پھر جیسا کہ بیان کر چکا ہوں ان معنوں کے رو سے بھی ابتر ہوا کہ اُس وقت سے جو اس کی نسبت خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ گویا اُسی دم سے خدا تعالیٰ نے اسکی بیوی کے رحم پر مہر لگا دی اور اس کو یہ الہام کھلے کھلے لفظوں میں سُنایا گیا تھا کہ اب موت کے دن تک تیرے گھر میں اولاد نہ ہوگی اور نہ آگے سلسلہ اولاد کا چلے گا اور یقیناً اُس نے اس الہام کو توڑنے کیلئے اولاد حاصل کرنے کی غرض سے بہت کوشش کی ہوگی مگر وہ کوشش ضائع گئی۔ آخر نامراد مرا اور ابتر کے ہر ایک معنی اُس پر صادق آ گئے۔ اور دوسری طرف جو میری نسبت وہ بار بار بد دعائیں کرتا تھا کہ یہ شخص مفتری ہے ہلاک ہو جائے گا اور اولاد بھی مرے گی اور جماعت متفرق ہو جائے گی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس الہام کے بعد یعنی الہام اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ کے بعد تین لڑکے میرے گھر میں پیدا ہوئے اور تین لاکھ سے زیادہ جماعت ہو گئی اور کئی لاکھ روپیہ آیا اور کئی عیسائی اور ہندو میری دعوت سے مسلمان ہوئے۔ پس کیا یہ نشان نہیں اور کیا یہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی اور یہ کہنا کہ سعد اللہ کے لڑکے کی عبد الرحیم کی دختر سے نسبت ہو گئی ہے اور شادی ہو جائے گی اور اولاد بھی ہوگی یہ ایک خیالی پلاؤ ہے اور محض ایک گپ ہے۔ جو ہنسی کے لائق ہے اور اسکا جواب بھی یہی ہے کہ خدا کے وعدے ٹل نہیں سکتے۔ یہ بات تو اُس وقت پیش کرنی چاہئے کہ جب شادی ہو جائے اور اولاد بھی ہو جائے۔ بالفعل تو ایمانداری کا یہ تقاضا ہے کہ اس بات کو غور سے سوچیں کہ جیسا کہ قرآن شریف کی یہ پیشگوئی پوری ہوئی کہ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ویسا ہی یہ پیشگوئی بھی ظہور میں آ گئی جو خدا تعالیٰ نے میرے ذریعہ سے ظاہر فرمائی۔ کیونکہ جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں اُسی روز سے جبکہ خدا تعالیٰ نے اسکی نسبت مجھے یہ خبر دی کہ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ جس کو آج تک بارہ برس گذر گئے اُسی وقت

سے اولاد کا دروازہ سعد اللہ پر بند کیا گیا اور اس کی بد دُعاؤں کو اُسی کے مُنہ پر مار کر خدا تعالیٰ نے تین لڑکے بعد اس الہام کے مجھ کو دیئے اور کروڑہا انسانوں میں مجھے عزت کے ساتھ شہرت دی اور اس قدر مالی فتوحات اور آمدنی نقد اور جنس اور طرح طرح کے تحائف مجھ کو دیئے گئے کہ اگر وہ سب جمع کئے جاتے تو کئی کوٹھے اُن سے بھر سکتے تھے۔ سعد اللہ چاہتا تھا کہ میں اکیلا رہ جاؤں کوئی میرے ساتھ نہ ہو پس خدا تعالیٰ نے اِس آرزو میں اس کو نامراد رکھ کر کئی لاکھ انسان میرے ساتھ کر دیا۔ اور وہ چاہتا تھا کہ لوگ میری مدد نہ کریں مگر خدا تعالیٰ نے اسکی زندگی میں ہی اس کو دکھلا دیا کہ ایک جہان میری مدد کیلئے میری طرف متوجہ ہو گیا اور خدا تعالیٰ نے وہ میری مالی مدد کی کہ صدہا برس میں کسی کی ایسی مدد نہیں ہوئی۔ اور وہ چاہتا تھا کہ مجھ کو کوئی عزت نہ ملے مگر خدا نے ہر ایک طبقہ کے ہزارہا انسانوں کی گردنیں میری طرف جھکا دیں اور وہ چاہتا تھا کہ میں اس کی زندگی میں ہی مر جاؤں اور میری اولاد بھی مر جائے مگر خدا تعالیٰ نے میری زندگی میں اس کو ہلاک کیا اور الہام کے دن کے بعد تین لڑکے اور مجھ کو عطا کئے۔ پس یہ موت اس کی بڑی نامرادی اور ذلّت کے ساتھ ہوئی اور یہی پیشگوئی میں نے کی تھی جو خدا تعالیٰ کے فضل سے پوری ہوگئی۔

اور وہ پیشگوئی جس میں میں نے لکھا تھا کہ نامرادی اور ذلت کے ساتھ میرے رو برو وہ مرے گا وہ انجام آتھم میں عربی شعروں میں ہے اور وہ یہ ہے۔

وَمِنَ اللِّئَامِ أرٰی رُجَیْلًا فَاسِقًا
غَوْلًا لَعِينًا نُطْفَةَ السُّفَهَآءِ

اور لئیموں میں سے ایک فاسق آدمی کو دیکھتا ہوں کہ ایک شیطان ملعون ہے سفیہوں کا نطفہ۔

شکسٌ خَبیثٌ مُفْسِدٌ ومُزَوِّر
نَحِسٌ یُسمّی السَّعْد فی الجُهَلاء

بد گو ہے اور خبیث اور مفسد اور جھوٹ کو ملمع کر کے دکھلانے والا منحوس ہے جس کا نام جاہلوں نے سعد اللہ رکھا ہے۔

یا لَاعِنِی اِنَّ الْمُهَیْمِنَ یَنْظُرُ
خَفْ قَهْر ربٍّ قَادِرٍ مَوْلَائِیْ

اے مجھ کو لعنت کرنے والے خدا تجھ کو دیکھ رہا ہے اس خدا کے قہر سے خوف کر جو میرا قادر آقا ہے۔

اِنِّی اَرَاكَ تَمِیْسُ بِالْخُیَلَاءِ
أَنَسِیْتَ یَوْمَ الطَّعْنَةَ النُّجَلَاءِ

میں تجھے دیکھتا ہوں کہ ناز اور تکبر کے ساتھ تو چلتا ہے کیا تجھے وہ دن یاد نہیں آتا کہ جب تو طاعون زخم کرنیوالی کے ساتھ ہلاک ہوگا۔

لَا تَتَّبِع اَهْوَاءَ نَفْسكَ شقوَةً
یُلْقِیْكَ حُبّ النّفسِ فی الخَوقاءِ

اپنی نفسانی خواہشوں کی بدبختی کی وجہ سے پیروی مت کر تجھے تیرے نفس کی محبت کوئیں میں ڈالے گی۔

فرسٌ خبیث خَفْ ذُرٰی صَهَواته
خَفْ ان تزلّكَ عدو ذی عَدْوَاءِ

تیرا نفس ایک خبیث گھوڑا ہے اس کی پیٹھ کی بلندی سے تو خوف کر اور تو اس بات سے ڈر کہ ناہموار چلنا اس کا تجھے زمین پر گرا دے۔

اِنَّ السُّمُوْمَ لَشَرُّ مَا فِی العالم
شَرُّ السُّمُوْمِ عَدَاوةُ الصُّلحَاءِ

جو کچھ دُنیا میں ہے ان سب سے بدتر زہریں ہیں اور زہروں سے بدتر صلحا کی دشمنی ہے۔

اٰذَیْتَنِیْ خُبْثًا فَلَسْتُ بِصَادِقٍ
اِنْ لَمْ تَمُتْ بِالْخِزْیِ یَا ابنَ بِغَاءِ

تو نے اپنی خباثت سے مجھے بہت دکھ دیا ہے۔ پس میں سچا نہیں ہوں گا اگر ذلت کے ساتھ تیری موت نہ ہو۔

اللهُ یُخْزِی حِزْبَکُمْ ویُعِزّنی
حتّٰی یجیئَ النّاس تحتَ لِوَائِی

اور صرف تیری ذلت پر کچھ حصر نہیں خدا تجھے مع تیرے گروہ کے ذلیل کرے گا اور مجھے عزت دے گا یہاں تک کہ لوگ میرے جھنڈے کے نیچے آ جائیں گے۔

یَارَبَّنَا افْتَحْ بَیْنَنَا بِکَرَامَةٍ
یا من یری قلبِی ولُبَّ لحائی

اے میرے خدا مجھ میں اور سعد اللہ میں فیصلہ کر یعنی جو کاذب ہے صادق کے روبرو اس کو ہلاک کر اَے وہ علیم و خبیر جو میرے دل کو اور میرے اندر کی پوشیدہ باتوں کو دیکھ رہا ہے۔

یَا مَنْ اَرٰی ابوابَه مَفْتُوحَةً
لِلسَّائِلِیْنَ فَلَا تَرُدَّ دُعَائِیْ

اے میرے خدا میں تیری رحمت کے دروازے دعا کرنے والوں کیلئے کھلے دیکھتا ہوں پس یہ جو میں نے سعد اللہ کے حق میں دعا کی ہے اس کو قبول فرما اور رد نہ کر یعنی میری زندگی میں ہی اس کو ذلت کی موت دے۔

اور جیسا کہ میں نے ان تمام اشعار کے نیچے ہر ایک شعر کا ترجمہ کر دیا ہے ان کے پڑھنے سے ظاہر ہے کہ میں نے سعد اللہ سے ان اشعار میں مباہلہ کیا تھا اور جیسا کہ اُس نے اپنی کتاب شہاب ثاقب میں مباہلہ کے طور پر میری موت کو اپنی زندگی میں چاہا تھا اُسکے مقابل پر مَیں نے بھی اپنے خدا سے یہ چاہا تھا کہ ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہے صادق کی زندگی میں ہی اسکی موت ہو اور اسی بنا پر آٹھویں شعر میں مَیں نے یہ لکھا ہے کہ اے سعد اللہ تو نے مجھے بہت دُکھ دیا ہے پس اگر تیری ذلّت کے ساتھ موت نہ ہو یعنے اگر تو بموجب اس مباہلہ کے میری زندگی میں ہی نامراد رہ کر مر نہ جائے تو پھر میں جھوٹا ہوں۔ اور چوتھے شعر میں صریح طور پر یہ اشارہ بھی کر دیا گیا ہے کہ سعد اللہ نمونیا پلیگ سے مرے گا کیونکہ طعنہ کا لفظ طاعون کی طرف اشارہ کرتا ہے اور نجلاء عربی زبان میں فراخ زخم کو کہتے ہیں اور نمونیا پلیگ کی بھی یہی صورت ہوتی ہے کہ پھیپھڑہ زخمی ہو کر پھٹ جاتا ہے اور اس میں فراخ زخم ہو جاتا ہے اور عجیب تر یہ ہے کہ جس زمانہ میں یہ پیشگوئی کی گئی اُس زمانہ میں اس مُلک میں طاعون کا نام و نشان نہ تھا پس یہ اس قادر علیم کے عمیق در عمیق علم کا ایک نمونہ ہے کہ اُس نے سعد اللہ کی اس قسم کی موت کی اُس وقت خبر دی جبکہ یہ تمام مُلک طاعون سے پاک تھا۔

اور یہ جو مذکورہ بالا اشعار میں خدا تعالیٰ نے یہ پیشگوئی فرمائی ہے کہ میری زندگی میں ہی سعد اللہ کی موت ذلّت اور رسوائی کے ساتھ ہو گی یہ پیشگوئی پورے طور پر ظہور میں آگئی اور نمونیہ پلیگ نے چند گھنٹہ میں ہی اُس کا کام تمام کر دیا اور جنوری 1907ء کے پہلے ہی ہفتہ میں وہ اس دُنیا سے گذر گیا۔ مگر اس جگہ طبعًا سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسی پیشگوئی کیوں کی گئی تھی اور کیوں اس کی گالیوں پر صبر نہ کیا گیا اسکا جواب یہ ہے کہ اس پیشگوئی سے چار برس پہلے سعد اللہ نے میری موت کی نسبت اور تمام جماعت کے مرتد اور منتشر ہونے کی نسبت پیشگوئی اپنی کتاب شہاب ثاقب میں شائع کی تھی اور اس میں اُس نے صاف طور پر لکھا تھا کہ یہ شخص کذّاب اور مفتری ہے اسلئے وہ ذلت کی موت سے مرے گا اور اسکی جماعت متفرق اور منتشر ہو جائے گی اور بہت گندے الفاظ کے ساتھ میری ہلاکت کی خبر دی تھی اسلئے خدا تعالیٰ کی غیرت نے جو وہ صادقوں کیلئے رکھتا ہے اُس کی پیشگوئی کو اُسی پر اُلٹا دیا بدقسمت سعد اللہ نے اپنی کتاب میں جس کا نام اُس نے رکھا ہے شہاب ثاقب بَر مسیح کاذب جس کے معنی ہیں کہ اس جھوٹے مسیح پر آگ پڑے گی اور اُس کو ہلاک کرے گی۔ میری نسبت یہ پیشگوئی کی تھی جو فارسی زبان میں شعر ہیں اور وہ یہ ہیں:

اخذ یمین و قطع وتین است بہر تو
بے رونقی و سلسلہ ہائے مزوّری
اکنوں باصطلاح شما نام ابتلا است
آخر بروز حشر و بایں دار خاسری

ترجمہ: اِن اشعار کا یہ ہے کہ وہ اپنی کتاب مذکور میں مجھے مخاطب کر کے لکھتا ہے کہ خدا کی طرف سے تیرے لئے مقدر ہو چکا ہے کہ خدا تجھے پکڑے گا اور تیری رگِ جان کاٹ دے گا۔ تب تیرے مرنے کے بعد یہ جھوٹا تیرا سلسلہ تباہ ہو جائے گا اور اگرچہ تم لوگ کہتے ہو کہ ابتلا بھی آیا کرتے ہیں مگر آخر تُو حشر کے دن اور نیز اس دنیا میں زیاں کار اور نامراد مرے گا اور پھر بعد اسکے آیت لَوْ تَقَوَّلَ عَلَیْنَا لکھ کر کہتا ہے کہ تُو ہر جگہ ذلت پائے گا اور اس جہان میں اور اُس جہان میں تیرے لئے عزت نہیں۔

اسکے ان کلمات سے ظاہر ہے کہ وہ میری نسبت کیا آرزو رکھتا تھا۔ جس کو وہ ہزاروں حسرتوں کے ساتھ اپنے دل میں لے گیا یہ مقام منصفین کے بڑی غور کے لائق ہے کہ یہ دو طرفہ پیشگوئیاں مباہلہ کے طور پر تھیں یعنے اُس نے میری موت کی خبر دی تھی جس کو وہ خیال کرتا تھا جو اس کی زندگی میں ہی میری موت نہایت نامرادی سے ہوگی اور میری موت کے لئے وہ بہت دعائیں کرتا تھا اور اس کو یقین تھا کہ ایسا ہی ہوگا دوسری طرف اس کی پیشگوئی سے چار برس بعد مجھے خدا نے خبر دی کہ وہ میری زندگی میں ہی ذلّت کی موت سے مرے گا اور طاعون کی ایک قسم سے ہلاک ہوگا اور میں اپنی پیشگوئی کی تصدیق کے لئے اس کی موت کے بارے میں دعائیں کرتا تھا آخر خدا نے مجھے سچا کیا اور وہ میری پیشگوئی کے مطابق میری زندگی میں ہی جنوری کے پہلے ہفتہ میں ہی ہلاک ہوا۔ اور جن حسرتوں اور ذلتوں کے ساتھ وہ مر گیا ان کا کون اندازہ کر سکتا ہے؟ اور یہ حسرت اور ذلّت کچھ تھوڑی نہیں کہ جسکی وہ موت چاہتا تھا اور جس کیلئے وہ اپنی پیشگوئی شائع کر چکا تھا اسکو نہ صرف زندہ چھوڑ گیا بلکہ لاکھوں انسانوں کو اس کے تابع دیکھ گیا اور وہ جماعت جس کی بربادی اور تباہی کیلئے اُس نے پیشگوئی کی تھی اُس کی

غیر معمولی اور معجزانہ ترقی کو اُس نے بچشم خود دیکھ لیا اور صرف اسی قدر نہیں بلکہ وہ یہ بھی دعائیں کرتا تھا کہ الہام اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ کے برخلاف اپنی بہت سی اولاد دیکھ لے گا۔ لیکن اُسکی اولاد ہو کر مرتی گئی اور یہ ایک دل خراش دُکھ تھا جو اُس نے بار بار دیکھا اور الہام اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ کے بعد کوئی لڑکا اس کے گھر میں پیدا نہ ہوا اور صرف وہ بیٹا رہا جو پیشگوئی سے پہلے پیدا ہو چکا تھا اور بڑی عمر تک پہنچ گیا اور اب تک شادی اور بیاہ کا نام تک نہیں چہ جائیکہ اولاد ہو۔

اس حسرت پر اُس کے یہ اشعار کافی ہیں جو اُس کی ایک مناجات میں ہیں جن کی قاضی الحاجات سُرخی ہے اور وہ یہ ہیں:

جگر گوشہ ہا دادی اے بے نیاز
ولے چند زانہا گرفتی تو باز
دل من بنعم البدل شاد کن
بلُطف از غم و غصّہ آزاد کُن
ز ازواج و اولادم اے ذوالمنن
بود ہر یکے قُرّۃ العینِ من
جگر پار ہائے کہ رفتند پیش
ز مہجوریٔ شان دلم ریش ریش

ان دردناک اشعار پر نظر ڈال کر ہر ایک شخص سوچ سکتا ہے کہ اولاد نہ ہونے اور مر جانے سے کس قدر حسرتیں اُسکے دل میں بھری ہوئی تھیں جن سے وہ نجات نہ پا سکا اور جیسا کہ اُسکی کتاب سے ثابت ہوتا ہے سولہ برس تک اپنی کثرت اولاد کیلئے اور میری موت اور تباہی کیلئے وہ دعائیں کرتا رہا۔ آخر جنوری 1907ء کے پہلے ہفتہ میں ہی اُن تمام دُعاؤں سے نامراد رہ کر چند گھنٹہ میں لدھیانہ میں نمونیا پلیگ سے مر گیا اور وہ نہیں چاہتا تھا کہ میری زندگی میں اُس کی موت ہو بلکہ یہ چاہتا تھا کہ اُس کی زندگی میں میری موت ہو اس بارے میں اُس نے پیشگوئی بھی شائع کی اور وہ نہیں چاہتا تھا کہ میرے اولاد ہو یا میری جماعت ترقی کرے اور اپنی اولاد کی کثرت چاہتا تھا اور وہ نہیں چاہتا تھا کہ میرے سلسلہ کی کوئی مدد کرے مگر ان تمام آرزوؤں سے نامراد رہ کر اِس ذلت کے ساتھ مر گیا کہ کوئی مراد اُسکی پوری نہ ہوئی اور میں نے اُس کو بار بار خبر دی تھی کہ الہام اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ میں ابتر سے مراد خدا تعالیٰ کی یہی ہے کہ آئندہ اولاد کا سلسلہ اُس پر بند ہوگا اور اُس کا بیٹا بھی اَبتر ہی مرے گا سو اُس نے دیکھ لیا کہ باوجود اسکے کہ پیشگوئی کے وقت سے بارہ سال تک وہ زندہ رہا اور دعائیں بھی کرتا رہا۔ لیکن بجز اُس لڑکے کے جو پیشگوئی کے وقت قریباً پندرہ سال کا تھا اور کوئی اولاد اس کے گھر میں نہ ہوئی اور یہ حسرت بھی ساتھ لے گیا کہ بیٹے کی شادی نہ کر سکا پس پیشگوئی کے مطابق یہ تمام مجموعہ ذلتوں کا اس کے نصیب ہوا۔ اور اسی سعد اللہ کے بارے میں اشتہار انعامی تین ہزار روپیہ مشتہرہ پانچ اکتوبر 1894ء کے صفحہ 12 پر جو کتاب انوار الاسلام کیساتھ ملحق ہے خدا تعالیٰ سے الہام پا کر مندرجہ ذیل عبارت میں نے لکھی تھی اور وہ یہ ہے:

حق سے لڑتا رہ آخر اے مُردار تو دیکھے گا

شعبہ نورالاسلام کے تحت

اس ٹول فری نمبر پر فون کر کے آپ مسلم جماعت احمدیہ کے بارے میں معلومات حاصل کرسکتے ہیں

ٹول فری نمبر : 1800 103 2131

اوقات: روزانہ صبح 8:30 بجے سے رات 10:30 بجے تک (جمعہ کے روز تعطیل)

کہ تیرا کیا انجام ہوگا۔ اے عدوّ اللہ تو مجھ سے نہیں خدا سے لڑ رہا ہے۔ بخدا مجھے اِسی وقت 29/ستمبر 1894ء کو تیری نسبت یہ الہام ہوا ہے۔ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ۔ اِس الہامی عبارت کا ترجمہ یہ ہے کہ سعد اللہ جو تجھے ابتر کہتا ہے اور یہ دعویٰ کرتا ہے کہ تیرا سلسلہ اولاد اور دوسری برکات کا منقطع ہو جائے گا ایسا ہرگز نہیں ہوگا بلکہ وہ خود ابتر رہے گا۔

اور یہ بھی یاد رہے کہ اگرچہ سعد اللہ کی نسبت میری کتابوں میں بعض سخت لفظ پاؤ گے اور تعجب کرو گے کہ اس قدر سختی اس کی نسبت کیوں اختیار کی گئی۔ مگر یہ تعجب اُس وقت فی الفور دور ہو جاوے گا جب اس کی گندی نظم اور نثر کو دیکھو گے۔ وہ بدقسمت اس قدر گندہ زبانی اور دُشنام دہی میں بڑھ گیا تھا کہ مجھے ہرگز امید نہیں کہ ابوجہل نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہ بدزبانی کی ہو بلکہ مَیں یقینا کہتا ہوں کہ جس قدر خدا کے نبی دُنیا میں آئے ہیں اُن سب کے مقابل پر کوئی ایسا گندہ زبان دشمن ثابت نہیں ہوتا جیسا کہ سعد اللہ تھا اُس نے مخالفت اور عناد کے کسی پہلو میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا تھا اور چوہڑوں اور چماروں کو بھی وہ گندہ طریق گالیوں کا یاد نہیں ہوگا جو اس کو یاد تھا۔ سخت سے سخت الفاظ اور ناپاک سے ناپاک گالیاں اس شدت اور بے حیائی سے اس کے منہ سے نکلتی تھیں کہ جب تک کوئی شخص اپنی ماں کے پیٹ سے ہی بدطینت پیدا نہ ہو ایسی فطرت کا انسان نہیں ہو سکتا ایسے انسانوں سے سانپوں کے بچے بھی اچھے ہوتے ہیں۔ مَیں نے اس کی بدزبانی پر بہت صبر کیا اور اپنے تئیں روکا کیا۔ لیکن جب وہ حد سے گذر گیا اور اسکے اندرونی گند کا پُل ٹوٹ گیا تب میں نے نیک نیتی سے اسکے حق میں وہ الفاظ استعمال کئے جو محل پر چسپاں تھے اگرچہ وہ الفاظ جیسا کہ مذکورہ بالا الفاظ میں مندرج ہیں بظاہر کسی قدر سخت ہیں مگر وہ دُشنام دہی کی قسم میں سے نہیں ہیں بلکہ واقعات کے مطابق ہیں اور عین ضرورت کے وقت لکھے گئے ہیں۔ ہر ایک نبی حلیم تھا مگر اُن سب کو واقعات کے متعلق ایسے الفاظ اپنے دُشمنوں کی نسبت استعمال کرنے پڑتے ہیں۔

......افسوس کہ یہ شخص سعد اللہ نام جو فوت ہو گیا ہے وہ بعض میری تقریری مباحثات بھی سُن چکا تھا اور اُس کو میری کتابیں دیکھنے کا بھی بہت موقع ملا تھا۔ مگر تعصب اور بغض ایک ایسی بلا ہے کہ وہ اُن سے کچھ فائدہ اُٹھا نہ سکا۔

......☆......☆......☆......

ارشاد باری تعالیٰ

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ○

(آل عمران:140)

ترجمہ: اور تم کمزوری نہ دکھاؤ اور نہ غم کرو اور اگر تم مومن ہو تو تم ہی بالا رہو گے

طالب دُعا: دھانو شیر پا، جماعت احمدیہ دیو دمتا نگ (سکم)

ارشاد باری تعالیٰ

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ○

(آل عمران:138)

ترجمہ: یقیناً تم سے پہلے کئی سنّتیں گزر چکی ہیں، پس زمین میں سیر کرو اور دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیسا تھا۔

طالب دُعا: نور الہدیٰ، جماعت احمدیہ سملیہ (جھارکھنڈ)

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

حرص سے بچو کیونکہ اسی برائی نے پہلوں کو برباد کیا۔

(مسند احمد بن حنبل)

طالب دُعا: محمد معین الدین، صدر جماعت احمدیہ کاماریڈی (تلنگانہ)

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

عقلمند وہ ہے جو اپنے نفس کا محاسبہ کرتا رہے اور موت کے بعد کی زندگی کیلئے عمل کرے۔

(جامع ترمذی، کتاب الزہد)

طالب دعا: محمد منیر احمد، امیر ضلع نظام آباد (تلنگانہ)

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس

’’ہم جلسوں اور اجتماعات کا انعقاد اس لیے کرتے ہیں کہ سب لوگ اکٹھے ہو کر اپنے اپنے اخلاقی اور روحانی معیار بہتر کر سکیں‘‘

(خطاب بر موقع سالانہ سالانہ اجتماع مجلس خدام الاحمدیہ برطانیہ 2019)

طالب دُعا: مقصود احمد قریشی ولد مکرم محمد عبید اللہ قریشی اینڈ فیملی و افراد خاندان (جماعت احمدیہ بنگلور)

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس

’’اجتماع میں شامل ہونے کا بنیادی مقصد یہ ہونا چاہیے کہ ہم اپنے خدا سے مضبوط تعلق قائم کرنے والے ہوں‘‘

(خطاب بر موقع سالانہ اجتماع مجلس خدام الاحمدیہ برطانیہ 2019)

طالب دعا: عبد الرحمن خان اینڈ فیملی، جماعت احمدیہ پنکال (اڈیشہ)

”جولوگ سچے کی ذِلت کے لیے بدزبانی کر رہے ہیں اور منصوبے باندھ رہے ہیں، خدا اُن کو ذلیل کرے گا“

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اوّلین مخالف مولوی محمد حسین بٹالوی اور ان کے رفقا کی ذلت کی پیشگوئی

(تنویر احمد ناصر، نائب ایڈیٹر اخبار بدر قادیان)

اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جہاں جماعت اور افراد جماعت کی ترقی کی خبریں عطا فرمائیں وہاں مخالفین احمدیت کے بدانجام اور ان کی ذلت و رسوائی کی بھی خبریں عطا فرمائیں اور وہ نہایت صفائی سے اپنے وقت پر پوری ہوتی رہیں۔انہیں پیشگوئیوں میں سے ایک پیشگوئی مولوی محمد حسین بٹالوی اور ان کے رفقاء کی ذلت و رسوائی کی پیشگوئی تھی۔یہ پیشگوئی نہایت صفائی کے ساتھ کئی مرتبہ مولوی محمد حسین بٹالوی کی زندگی میں پوری ہوئی اور انہیں ذلت کا منہ دیکھنا پڑا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی بابت پنڈت لیکھرام بڑی شان سے پوری ہوئی تھی اور ایک دنیا اس عظیم الشان نشان کو دیکھ کر حق کو قبول کر رہی تھی۔لیکن مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب ایک طرف جہاں اپنی پوری قوت اس پیشگوئی کی شان و شوکت کو کم کرنے میں خرچ کر رہے تھے وہیں دوسری طرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعوت مباہلہ کو تسلیم کرنے میں بھی پس و پیش سے کام لے رہے تھے۔

اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک مخلص مرید حضرت مولوی عبدالقادر صاحب لدھیانوی نے مولوی محمد حسین بٹالوی کو خط لکھا کہ:

”سب سے بہتر اور آسان طریق فیصلہ یہ معلوم دیتا ہے کہ آپ اہل اسلام کی طرف سے اور مرزا صاحب خود اپنے دعاوی کے منجانب اللہ ہونے کے اطمینان پر بٹالہ ہی کے کسی میدان میں مباہلہ کر کے عام خلق اللہ پر احسان کریں اور ہدایت کی راہ کھول دیں کیونکہ کاذب تو مغضوب الٰہی ہو کر سال کے اندر ہی فوق العادت عذاب میں مبتلاء ہو کر دوسرے کی صداقت پر مہر کر دے گا۔“

(الحکم مورخہ 20-27 ستمبر 1898)

حضرت مولوی عبد القادر صاحب نے اس خط میں مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب کو قسم کھانے کی صورت میں 200 روپے نقد دینے کا وعدہ بھی کیا۔یہاں تک آپ نے لکھا کہ اس مباہلہ کے فیصلہ پر اگر آپ کی خدا تعالیٰ نصرت فرمائے تو میں اور میرے ہمراہ ایک کثیر تعداد میرے احباب اور دوستوں کی آپ کے ساتھ ہو کر اعلائے کلمۃ الحق میں آپ کے شریک ہوں گے۔

مولوی عبدالقادر صاحب کا یہ خط حضرت یعقوب علی عرفانی صاحب ایڈیٹر الحکم نے اخبار الحکم میں شائع کیا۔اس خط کے بعد آپ نے اشتہار انعامی 825 روپئے بعنوان ”سچائی کا فیصلہ“ مورخہ 15 اکتوبر 1898ء کو شائع کیا جس میں آپ نے لکھا کہ:

”ہم نے الحکم مورخہ 20 و 27 دسمبر 1898ء میں مولوی عبدالقادر صاحب لدھیانوی کا ایک خط شائع کیا تھا جس میں مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کو دعوت کی گئی تھی کہ اگر وہ حضرت اقدس جناب مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود ادام اللہ فیوضھم کی تکفیر و تکذیب میں سچے ہیں تو وہ جناب مرزا صاحب سے بٹالہ ہی کے میدان میں بلا کسی قسم کی شرط کے مباہلہ کر لیں اور ایک سال تک انتظار کریں۔اگر اُن پر کوئی ایسا عذاب نازل ہوا جو الٰہی ہیبت اور خارق عادت رعب اپنے اندر رکھتا ہو تو جناب مرزا صاحب کی صداقت ثابت ہو جائے گی اور عام لوگ فتنہ سے بچ جائیں گے اور اگر محمد حسین صاحب عذاب سے بچ رہے اور برخلاف اس کے فریق مخالف پر عذاب آیا یا دونوں پر آیا یا کسی پر بھی نہ آیا تو مولوی صاحب کے نام پر اسلام کی فتح ہوگی اور ہم مرزا صاحب کو چھوڑ کر مولوی صاحب کے ساتھ ہو جائیں گے۔اور دوصد روپیہ نقد بطور نذرانہ مولوی صاحب کو دیں گے۔مولوی محمد حسین نے آج تک کوئی جواب نہیں دیا۔ جناب مرزا صاحب کے مریدوں کی جماعت لاہور نے اُس پر دو صد روپیہ کی اور ایزادی کی اور ان ہی شرائط پر دوصد روپیہ مولوی صاحب کی نذر کرنے کا اعلان دیا۔آج پٹیالہ سے منشی کرم الٰہی صاحب ریکارڈ کیپر بذریعہ خط کے اطلاع دیتے ہیں ......کہ وہ بھی دوصد روپیہ میاں محمد حسین کو انہیں شرائط پر پیشکش کرتے ہیں۔مولوی صاحب کو اگرچہ خدا پر پورا بھروسہ اور توکل ہے اور والعاقبة للمتقين پر ایمان ہے تو مباہلہ کر کے فیصلہ خدا پر چھوڑیں۔شملہ سے منشی خدا بخش صاحب کمپازیٹر نے اطلاع دی ہے کہ وہاں کی جماعت متبعین حضرت مرزا صاحب بھی دوصد روپیہ انہی شرائط پر دینے کو تیار ہیں اور الحکم کا....ایڈیٹر بھی 25 نقد اس کل روپیہ پر اپنی طرف سے پیش کش کرتا ہے۔مولوی صاحب خدا کے واسطے اب لوگوں کو فتنہ میں نہ ڈالیں۔فیصلہ خدا پر چھوڑا جاتا ہے۔آؤ اور فیصلہ کرلو! کیا کوئی بھی اہل حق اور بنی نوع انسان کا بہی خواہ نہیں جو مولوی صاحب کو مباہلہ پر آمادہ کرے اور ایک سال کے اندر ہمیشہ کے فتنے کا فیصلہ کر دے۔“

اس نہایت مہذب طریق پر لکھے ہوئے خط اور اشتہار پر مولوی محمد حسین بٹالوی نے 10 نومبر 1898ء کو جعفر زٹلی اور ابوالحسن تبتی سے نہایت گندہ گالیوں بھرا اشتہار دلایا جس میں انہوں نے مولوی محمد حسین بٹالوی کی طرف سے مباہلہ تسلیم کرنے کی یہ شرط لکھی کہ مباہلے کا نتیجہ فوری اور زیادہ سے زیادہ تین دن میں ظاہر ہو۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس گندے اور گالیوں بھرے اشتہار کے جواب میں ایک اشتہار بعنوان ”ہم فیصلہ خدا پر چھوڑتے ہیں اور مبارک وہ جو خدا کے فیصلہ کو عزت کی نظر سے دیکھیں۔“ شائع فرمایا۔حضورؑ نے فرمایا:

”نہایت افسوس کی بات ہے کہ اس درخواست مباہلہ کو جو نیک نیتی سے کی گئی تھی شیخ محمد حسین نے قبول نہیں کیا اور یہ عذر کیا کہ تین دن تک مہلت اثر مباہلہ ہم قبول کر سکتے ہیں۔ زیادہ نہیں ۔ عجیب بات ہے کہ ایک طرف مباہلہ سے انکار اور پھر گالیاں دینے میں اصرار ہے۔حالانکہ حدیث شریف میں سال کا لفظ تو ہے مگر تین دن کا نام و نشان نہیں اور اگر فرض بھی کر لیں کہ حدیث میں جیسا کہ تین دن کی کہیں تحدید نہیں ایسا ہی ایک سال کی بھی نہیں۔تاہم ایک شخص جو الہام کا دعویٰ کر کے ایک سال کی شرط پیش کرتا ہے علماء اُمت کا حق ہے کہ اُس پر حجت پوری کرنے کیلئے ایک سال ہی منظور کر لیں۔ اس میں تو حمایت شریعت ہے۔ تا مدعی کو آئندہ کلام کرنے کی گنجائش نہ رہے۔

”خدا لکھ چکا ہے کہ میں اور میرے نبی اور میرے پر ایمان لانے والے غالب رہیں گے“ سو شیخ محمد حسین نے باوجود بانی تکفیر ہونے کے اس راہ راست پر قدم مارنا نہیں چاہا اور گالیوں سے پر اشتہار لکھ کر محمد بخش جعفر زٹلی اور ابوالحسن تبتی کے نام سے چھپوا دیا۔“

(اشتہار 21 نومبر 1898)

اس اشتہار میں حضور علیہ السلام نے یہ دُعا بھی درج فرمائی کہ جو خدا کے نزدیک جھوٹا اور ذلیل ہے وہ ذلیل کیا جاوے اور اس کی میعاد 15 / دسمبر 1898ء سے 15 / جنوری 1900 تک مقرر فرمائی۔اس دعا کے نتیجہ میں مولوی محمد حسین بٹالوی کو مقررہ میعاد میں سخت ذلتیں پہنچیں اور اس کی زندگی کا لمحہ لمحہ اس بدُعا کا منہ بولتا ثبوت بن گیا۔درحقیقت یہ مباہلہ صرف اسی ایک امر کے متعلق نہیں بلکہ وہ حضرت مسیح موعودؑ کا اول المکذبین تھا اور رسالہ اشاعۃ السنۃ کو اسی تکفیر بازی میں وقف کر رکھا تھا۔لہٰذا ان تمام وجوہات کی بنا پر اُسے مباہلہ کا چیلنج دیا گیا تھا۔

اس دعا کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے الہاماً آپ کو فرمایا: ”میں ظالم کو ذلیل کروں گا اور رسوا کروں گا اور وہ اپنے ہاتھ کاٹے گا“

(اشتہار 21 نومبر 1898)

اس ضمن میں بعض عربی الہامات بھی آپ کو ہوئے جو ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:

”اِنَّ الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللهِ سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ۔ ضَرْبُ اللهِ اَشَدُّ مِنْ ضَرْبِ النَّاسِ۔ اِنَّمَآ اَمْرُنَآ اِذَآ اَرَدْنَا شَيْئًا اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ۔ اَتَعْجَبُ لِاَمْرِيْ۔ اِنِّيْ مَعَ الْعُشَّاقِ۔ اِنِّيْٓ اَنَا الرَّحْمٰنُ ذُو الْمَجْدِ وَالْعُلٰى۔ وَيَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ۔ وَ يُطْرَحُ بَيْنَ يَدَيَّ۔ جَزَآءُ سَيِّئَةٍ بِمِثْلِهَا۔ وَ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ۔ مَا لَهُمْ مِّنَ اللهِ مِنْ عَاصِمٍ۔ فَاصْبِرْ حَتّٰى يَاْتِيَ اللهُ بِاَمْرِهٖ اِنَّ اللهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ۔“

(اشتہار 21 / نومبر 1898)

نیز حضورؑ نے فرمایا:

’’یہ خدا تعالیٰ کا فیصلہ ہے جس کا ماحصل یہی ہے کہ ان دونوں فریق میں سے جن کا ذکر اس اشتہار میں ہے یعنی یہ خاکسار ایک طرف اور شیخ محمد حسین اور جعفر زٹلی اور مولوی ابوالحسن تبتی دوسری طرف خدا کے حکم کے نیچے ہیں ان میں سے جو کاذب ہے وہ ذلیل ہوگا۔ یہ فیصلہ چونکہ الہام کی بنا پر ہے اس لئے حق کے طالبوں کیلئے ایک کھلا کھلا نشان ہوکر ہدایت کی راہ ان پر کھولے گا .....اور عربی الہامات کا خلاصہ مطلب یہی ہے کہ جو لوگ سچے کی ذلت کیلئے بدزبانی کر رہے ہیں اور منصوبے باندھ رہے ہیں، خدا ان کو ذلیل کرے گا اور میعاد پندرہ دسمبر 1898ء سے تیرہ مہینے ہیں جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے اور 14 دسمبر 1898ء تک جو دن ہیں وہ توبہ اور رجوع کے لئے مہلت ہے۔‘‘ (ایضاً)

مولوی محمد حسین بٹالوی کی ذلت کے غیبی سامان

فوری ذلت:

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جب مولوی محمد حسین بٹالوی کو دعوت مباہلہ دی تو اس نے یہ کہہ کر فرار اختیار کیا کہ اگر میں کاذب ٹھہرا تو مجھ پر فوری عذاب نازل ہونا چاہئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مولوی صاحب کے اس بیان کے جواب میں اشتہار 21 نومبر 1898ء میں لکھا کہ مباہلہ میں فوری عذاب نازل ہونا بالکل خلاف سنت ہے اسی طرح رسالہ راز حقیقت میں آپ نے فرمایا کہ احادیث میں لما حال الحول کا لفظ موجود ہے جس میں آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ نجران کے نصاریٰ نے ڈر کر مباہلہ کو ترک کیا اور اگر وہ مجھ سے مباہلہ کرتے تو ابھی ایک سال گزرنے نہ پاتا کہ وہ ہلاک کئے جاتے۔ اس حدیث سے مباہلہ کے لئے ایک سال کی شرط آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے۔حضورؑ نے فرمایا کہ ایک برس کی میعاد جو وعید کی پیشگوئیوں میں اقل مدت ہے، نصوص صریحہ سے ثابت ہے اور یہ ضد کہ فوری عذاب آئے، وہی کرے گا جس کو علم حدیث سے سخت ناواقفی ہے ایسا شخص مولویت کی شان کو داغ لگاتا ہے۔

(تلخیص از اشتہار 30/نومبر 1898ء مندرج روحانی خزائن جلد 14 راز حقیقت صفحہ 173 مطبوعہ ربوہ)

غرض مولوی محمد حسین بٹالوی کا یہ قول اسکی فوری ذلت کا ثبوت ہے یعنی جس طرح اُس نے فوری عذاب مانگا خدا نے اسکے فوری ذلیل کرنے کے سامان اُسی کے منہ سے پیدا کردیئے۔

پیشگوئی ذلت

یہ تو فوری ذلت تھی جو مولوی محمد حسین بٹالوی کو پیش آئی کہ اہل حدیث کا سرغنہ کہلا کر مشہور حدیث نبوی سے سخت ناواقف ہے۔ اس کے علاوہ ایک اور قابل شرم ذلت مولوی مذکور کو اُٹھانی پڑی جسے فوری نہیں بلکہ پیشگی ذلت کہنا چاہئے۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعا میں ذلت کے وقوع کی میعاد 15 دسمبر 1898ء سے 15 جنوری 1900 تک تھی۔ اشتہار 21 نومبر 1898ء میں حضرت مسیح موعودؑ نے جو الہام درج کیا تھا اس میں ایک فقرہ تھا۔ اَتَعْجَبُ لِاَمْرِیْ۔ یعنی کیا تو تعجب کرتا ہے میرے امر پر۔ مولوی صاحب نے فوراً اعتراض کردیا کہ اس فقرہ میں نحوی غلطی ہے۔

یہ خدا کا کلام نہیں ہوسکتا۔ اَتَعْجَبُ مِنْ اَمْرِیْ ہونا چاہئے تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لغت عرب سے بیشمار حوالہ جات اس کے ثبوت میں دیئے کہ عجب کا صلہ لام آیا کرتا ہے۔ آپ نے دیوان حماسہ سے بہت سے اشعار پیش کئے جن میں عجب کا صلہ ’’ل‘‘ آیا ہے۔ آپ نے مشکوٰۃ شریف کی حدیث عجبنالہ یسئلہ ویصدقہ پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ اعتراض مولوی مذکور کے لغت عربی اور علم حدیث سے نابلد ہونے کا ثبوت ہے۔ آپ نے مولوی صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

’’اب بٹالوی صاحب فرماویں کہ اہل علم کے نزدیک ایک مولوی کہلانے والے کی یہی ذلت ہے یا اس کا کوئی اور نام ہے اور یہ بھی فتویٰ دیں کہ اس ذلت کو فوری ذلت کہنا چاہیئے یا کوئی اور نام رکھنا چاہئے۔ شیخ کینہ ور نے جوش کینہ سے جلد تر اپنے تئیں اس شعر کا مصداق بنا لیا کہ۔

مرا خواندی وخود بدام آمدی
نظر پختہ ترکُن کہ خام آمدی

حضورؑ نے فرمایا کہ:

اور اس پر حصر نہیں ہے کیونکہ محمد حسین اور اسکے دوست اس ذلت کو حلوہ کی طرح ہضم کر جائیں گے اور شیر مادر کی طرح پی جائیں گے۔ اس لئے وہ ذلت جو کاذب اور ظالم کیلئے آسمان پر طیار ہے وہ اس سے بڑھ کر ہے۔‘‘

(اشتہار مورخہ 30 نومبر 1898ء مندرج راز حقیقت روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 174)

ایک اور علمی پردہ دری

ایک اور علمی پردہ دری ان لوگوں کی یہ ہوئی کہ ان لوگوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نام کے ساتھ بجائے قادیانی کے ’’کادیانی‘‘ لکھنا شروع کردیا۔ ان مکذبین کی غرض ’’کادیانی‘‘ کے لفظ کے استعمال سے حضرت مسیح موعودؑ کی طرف کید و مکر منسوب کرنا تھا۔ جبکہ ’’کادیانی‘‘ نہ کوئی لفظ ہے اور نہ اسکے معنے مکار کے ہیں کیونکہ مکار کیلئے عربی میں اس سے ملتا جلتا جو لفظ پایا جاتا ہے وہ ہے ’کائد‘ یا کَیَّاد ہے جو ’کید‘ سے مشتق ہے نہ کہ کادی اور پھر کادی سے کادیانی تو عجیب تر ہے۔ پس اس سے بڑھ کر اور کیا ان لوگوں کی علمی ذلت ہوگی کہ وہ ایک لفظ کو جس مفہوم اور منطوق کیلئے استعمال کرتے ہیں وہ عربی زبان کی کسی قاموس میں نہ پایا جائے۔ پس اس لفظ کو بگاڑنے سے جہاں ان نخوت پسند معاندین کی علمی پردہ دری ہوئی وہیں یہ بھی ثابت ہوا کہ قرآن مجید کے احکام پر بھی ان کا عمل نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَلَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰۤی اَلَّا تَعْدِلُوْا ؕ اِعْدِلُوْا ۟ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی ۫ وَاتَّقُوا اور وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ان آیات میں واضح حکم ہے کہ کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم عدل سے کام نہ لو۔ عدل سے کام لو کیونکہ یہ تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔ نیز فرمایا کہ تم ایک دوسرے کے بُرے نام نہ رکھا کرو۔

لیکن ان لوگوں نے ان احکام کو پس پشت ڈال دیا اور اپنے دل و دماغ کو ضد و عداوت سے ایسا مکدّر کردیا کہ ایک معمولی اخلاقی قوت کے اظہار سے بھی محروم ہوگئے۔ حقیقت یہ ہے کہ ’’غلام احمد قادیانی‘‘ کے الفاظ الہامی ہیں اس لئے ان کے جھٹلانے والے کیلئے ذلت واہانت ایک ضروری امر تھا۔

یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ محمد حسین کے نام کے ساتھ جو بٹالہ سے منسوب ہونے کی وجہ سے بٹالوی آیا ہے تو چونکہ عربی میں دراصل ’ٹ‘ استعمال نہیں ہوتی لہٰذا محمد حسین بٹالوی کی عالمانہ حیثیت کے مطابق اسے بطالہ پڑھا جائے، کچھ خاص فرق نہیں ہے صرف ’ٹ‘ کا شعشہ ان کی شوشہ بازی کے باعث حذف ہوا ہے باقی ’ط‘ قائم ہے اور بَطَالَۃً فِیْ کَلَامِہٖ اور اَبْطَلَ الشَّیْءَ کے معنی ہیں تمسخر کرنا اور کسی چیز کو ضائع کرنا۔ بَطَلَ۔ بُطْلًا اور بُطُوْلًا اور بُطْلَانًا کے معنے ہیں خراب، بے فائدہ اور بے کار ہونا۔ بَطَّال سخت مسخرے کو کہا جاتا ہے۔ اَلْبُطْلُ جھوٹ اور اَلْبُطَّلَاتُ لغویات وفضولیات کو کہا جاتا ہے۔ اَبَاطِیل سرکش شیطانوں کا نام ہے اور الباطل کے معنے ہیں ناحق اور بے اصل۔ عربی میں کہا جاتا ہے تَبَطَّلُوا بَیْنَھُمْ انہوں نے آپس میں لغو اور باطل کام کیے۔

پس یہ تمام القاب محمد حسین بٹالوی، جعفر زٹلی اور ابوالحسن تبتی کی بطلات کے پیش نظر نہایت موزوں ہیں۔

یہ وہ ذلتیں تھیں جو مقررہ میعاد سے قبل فوری اور پیشگی اور فاضلے کے طور پر تھیں۔ وہ ذلتیں جو اس میعاد کے اندر مثلث مذکور کو پہنچیں وہ الگ تھیں۔ ان کا بھی خاکسار اس جگہ مختصراً ذکر کرے گا۔

جَزَاءُ سَیِّئَۃٍ بِمِثْلِھَا:

مولوی محمد حسین بٹالوی نے بڑی محنت اور کوشش سے حضرت مسیح موعودؑ اور آپ کی جماعت کے خلاف فتویٰ کفر حاصل کرکے عام مسلمانوں میں تذلیل کرنی چاہی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے جیسا کہ اس پیشگوئی میں سزا بالمثل کا وعدہ دیا، کچھ ایسے اسباب پیدا کر دیئے کہ مولوی محمد حسین بٹالوی خود اس فتویٰ کے نیچے آ گیا۔ ہوا یوں کہ 14/ اکتوبر 1898ء کو وکٹوریہ پریس لاہور سے محمد حسین بٹالوی نے ایک رسالہ انگریزی میں شائع کیا۔ جس میں اس نے گورنمنٹ انگریزی کو خوش کرنے اور اس سے زمین حاصل کرنے کیلئے اپنے اُن مضامین کی فہرست شائع کی جو اس نے گورنمنٹ انگریزی کی وفاداری میں رسالہ اشاعۃ السنۃ میں لکھے تھے۔

اس حوالہ سے خصوصاً اُس نے حکومت انگریزی کو اپنی وفاداری کا یقین دلاتے ہوئے لکھا کہ میں مہدی کے آنے کی تمام حدیثیں موضوع سمجھتا ہوں۔ جس سے اس کا مقصد یہ تھا کہ میں تو حکومت کا وفادار ہوں اور مرزا غلام احمد ایسے مہدی کی آمد کا پرزور حامی ہے جو آکر حکومت کے خلاف تلوار اُٹھائے گا۔

یہ رسالہ اس نے بڑی احتیاط سے پوشیدہ طور پر شائع کیا کیونکہ اس میں ان عقائد کی

تردید تھی جن کا اظہار وہ اپنی تقاریر اور وعظ وغیرہ میں عام مسلمانوں میں کرتا تھا۔ لیکن خدا تعالیٰ کی قدرت سے اس کی یہ کارروائی پوشیدہ نہ رہی اور پکڑی گئی۔ اور نہ صرف قوم کو اس سے اطلاع ہوئی بلکہ گورنمنٹ تک بھی یہ بات پہنچ گئی کہ اس نے اپنی تحریروں میں دونوں فریق یعنی گورنمنٹ اور عوام کو دھوکا دیا ہے اور یہ پردہ دری محمد حسین بٹالوی کی سخت ذلت کا باعث بنی۔ لیکن ابھی اصل ذلت باقی تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کی اس منافقانہ کارروائی پر علماء ہند سے فتویٰ طلب کیا جس میں حضور نے لکھا:

استفتاء

’’کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین کہ ایک شیخ مہدی موعودؑ کے آنے سے جو آخری زمانہ میں آئے گا اور بطور ظاہر و باطن خلیفہ برحق ہوگا اور بنی فاطمہ میں سے ہوگا جیسا کہ حدیثوں میں آیا ہے، قطعاً انکار کرتا ہے اور اس جمہوری عقیدہ کو جس پر تمام اہل سنت دلی یقین رکھتے ہیں۔ سراسر لغو اور بیہودہ سمجھتا ہے اور ایسا عقیدہ رکھنا ایک قسم کی ضلالت اور الحاد خیال کرتا ہے کیا ہم اس کو اہل سنت میں سے اور راہ راست پر سمجھ سکتے ہیں یا وہ کذاب اور اجماع کو چھوڑنے والا اور ملحد و دجال ہے۔ **بینوا و توجروا**۔ المرقوم 29 دسمبر 1898ء مطابق 15 شعبان المبارک 1316 ہجری۔ **السائل المعتصم باللہ الاحد مرزا غلام احمد عافاہ اللہ واید**‘‘

(مجموعہ اشتہارات جلد 3 صفحہ 96)

حضرت مسیح موعودؑ نے یہ استفتاء لکھ کر اپنے ایک مخلص مرید ڈاکٹر محمد اسماعیل صاحب گوڑیانی کو دیا کہ وہ علماء سے اس کا جواب لائیں چنانچہ وہ بڑے بڑے علماء مثلاً مولوی عبد الحق صاحب غزنوی۔ مولوی عبد الجبار صاحب غزنوی۔ مولوی احمد اللہ صاحب امرتسری۔ مولوی غلام محمد صاحب بگوی امام شاہی مسجد۔ مولوی محمد عبداللہ ٹونکی۔ مولوی سید محمد نذیر حسین صاحب شیخ الکل دہلوی۔ مولوی فتح محمد صاحب مدرس مدرسہ فتح پوری دہلی۔ مولوی خواجہ عبد الرزاق صاحب بلند شہر اور مولوی عبد العزیز صاحب لدھیانوی وغیرہ 20 علماء کے پاس پہنچے۔ یہ محض 20 علماء نہیں تھے بلکہ ان میں سے ہر ایک اپنے آپ میں ایک تنظیم کا حکم رکھتا تھا۔ ان میں سے ہر ایک کے ساتھ سینکڑوں علماء و فضلا وابستہ تھے۔ خصوصاً انجمن تائید اسلام امرتسر کے تو تین سو کے قریب علما و رؤسا ممبر تھے۔ ان سبھی نے اس استفتاء پر بالاتفاق یہ لکھا کہ ایسا عقیدہ رکھنے والا شخص ’’کافر، مبتدع، ضال، مضل، مفتری، خارج از اہل سنت و الجماعت اور کذاب و دجال ہے۔‘‘

مکمل فتاویٰ دیکھنے کیلئے ملاحظہ فرمائیں کتاب ’’آئینہ حق نما بجواب الہامات مرزا‘‘ مصنفہ حضرت شیخ یعقوب علی تراب احمدی ثم عرفانی ایڈیٹر اخبار الحکم مطبوعہ ستمبر 1912ء مطبع الحق دہلی۔

اخبار الحکم 10 جنوری 1899ء صفحہ 7 کالم 1 کے مطابق ڈاکٹر محمد اسمعیل صاحب دہلی، لاہور، امرتسر وغیرہ سے یہ تمام فتاویٰ لکھوا کر 3 جنوری 1899 کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضورؑ نے اسی روز ایک اشتہار کے ذریعہ مولوی محمد حسین بٹالوی کے رسالہ اور اپنے استفتاء اور علماء کے فتاویٰ کی مکمل روئداد شائع کردی۔ آپ نے خدا کا شکر کرتے ہوئے لکھا:

’’آج یہ پیشگوئی کامل طور پر پوری ہوگئی کیونکہ مولوی محمد حسین نے بدزبانی سے میری ذلت کی تھی اور میرا نام کافر اور دجال اور کذاب اور ملحد رکھا تھا اور یہی فتویٰ کفر وغیرہ کا میری نسبت پنجاب اور ہندوستان کے مولویوں سے لکھوایا اور اسی بنا پر محمد حسین مذکور کی تعلیم سے اور خود اس کے لکھوانے سے محمد بخش جعفر زٹلی لاہور وغیرہ نے گندے بہتان میرے پر اور میرے گھر کے لوگوں پر لگائے۔ سو اب یہی فتویٰ پنجاب اور ہندوستان کے مولویوں بلکہ خود محمد حسین کے استاد نذیر حسین نے اس کی نسبت دے دیا......

ہر ایک سوچ سکتا ہے کہ اس منافقانہ کارروائی سے جو محمد حسین گورنمنٹ کو تو کچھ کہتا رہا اور پوشیدہ طور پر لوگوں کو کچھ کہتا رہا کامل درجہ پر اس کی ذلت ہوگئی ہے اور مولویوں کی طرف سے وہ بُرے خطاب بھی اس کو مل گئے ہیں جو سراسر ظلم سے اس نے مجھے دیئے تھے۔ یعنی ہر ایک نے اس کو کذاب اور دجال سمجھ لیا ہے۔‘‘

(اشتہار قابل توجہ گورنمنٹ، الحکم 10 جنوری 1899ء صفحہ 4)

یعض الظالمُ علی یدیہ ویوثق

ظالم اپنے ہاتھ کاٹے گا اور اپنی شرارتوں سے روکا جائے گا۔

ایک اور پہلو 21 نومبر 1899 کی پیشگوئی کے پورا ہونے کا یہ ہے کہ مسٹر جے ایم ڈوئی ڈپٹی کمشنر و ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع گورداسپور نے اپنے حکم 24 فروری 1899 میں مولوی محمد حسین سے اس اقرار پر دستخط کرائے کہ وہ آئندہ حضرت مسیح موعودؑ کو دجال اور کافر اور کاذب نہیں کہے گا۔ اور قادیان کو چھوٹے کاف سے نہیں لکھے گا۔ اور اس نے عدالت کے سامنے کھڑے ہو کر اقرار کیا کہ آئندہ وہ آپؑ کو کسی مجلس میں کافر، دجال اور جھوٹا کر کے مشہور نہیں کرے گا۔

قارئین غور فرمائیں کہ اس اقرار کے بعد اس کا وہ استفتاء کہاں گیا جس کو اس نے بنارس تک قدم فرسائی کر کے تیار کیا تھا۔ اگر وہ اس فتوے میں حق بجانب ہوتا تو اسے حاکم کے سامنے یہ جواب دینا چاہئے تھا کہ بلاشبہ یہ شخص میرے نزدیک کافر ہے۔ دجال ہے۔ جھوٹا ہے۔ خصوصاً جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی زندگی کے آخری لمحات تک انہیں عقائد پر قائم رہے جن کو مولوی محمد حسین بٹالوی نے کلمات کفر قرار دیا تو پھر یہ کس قسم کی دیانت ہے کہ اس نے حاکم کے خوف سے اپنے تمام فتووں سے توبہ کرلی اور اقرار کرلیا کہ میں آئندہ ایسے کلمات منہ پر نہیں لاؤں گا۔ اہل حدیث کا سرغنہ کہلا کر وہ مشہور حدیث بھول گئے جس میں آنحضورؐ نے فرمایا ہے کہ:

اَفۡضَلُ الۡجِهَادِ کَلِمَۃُ عَدۡلٍ عِنۡدَ سُلۡطَانٍ جَائِرٍ

(ترمذی کتاب الفتن باب افضل الجہاد)

یعنی بہترین جہاد ظالم بادشاہ کے سامنے حق اور انصاف کی بات کہنا ہے۔ ہمارا حسن ظن ہے کہ مولوی محمد حسین بٹالوی اس حدیث کو بھولے نہیں ہوں گے۔ لیکن چونکہ حق و انصاف کی بجائے انہوں نے جھوٹ کی تائید کی اس لئے اس جہاد افضل سے محروم رہے۔ قول حق و انصاف تو دور کی بات ہے وہ اپنے جھوٹ پر بھی حاکم کے خوف کی وجہ سے قائم نہ رہ سکے۔

الغرض یہ پیشگوئی بڑی صفائی سے پوری ہوئی اور عدالت کے کمرے میں جب حاکم کی طرف سے مولوی مذکور کو یہ فہمائش کی گئی کہ آئندہ ایسی گندی تحریریں شائع نہ کرے اور کافر اور دجال اور کاذب نہ کہے تو مسٹر برون حضورؑ کا وکیل بھی بے اختیار بول اٹھا کہ پیشگوئی پوری ہوگئی۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

’’غرض جس شخص نے ناحق جوش میں آکر مجھ کو کافر قرار دیا اور میرے لئے فتویٰ طیار کیا کہ یہ شخص کافر دجال کذاب ہے۔ اس نے خدا تعالیٰ کے حکم سے تو کچھ خوف نہ کیا کہ وہ اہل قبلہ اور کلمہ گو کو کیوں کافر بناتا ہے اور ہزارہا بندگان خدا کو جو کتاب اللہ کے تابع اور شعار اسلام ظاہر کرتے ہیں کیوں دائرہ اسلام سے خارج کرتا ہے لیکن مجسٹریٹ ضلع کی ایک دھمکی سے ہمیشہ کیلئے یہ قبول کرلیا کہ میں آئندہ ان کو کافر اور دجال اور کذاب نہیں کہوں گا۔ اور آپ ہی فتویٰ تیار کیا اور آپ ہی حکام کے خوف سے منسوخ کردیا۔ اور ساتھ ہی جعفر زٹلی وغیرہ کی قلمیں ٹوٹ گئیں۔ اور با ایں ہمہ رسوائی۔ پھر محمد حسین نے اپنے دوستوں کے پاس یہ ظاہر کیا کہ فیصلہ میری منشاء کے موافق ہوا ہے لیکن سوچ کر دیکھو کہ کیا محمد حسین کا یہی منشاء تھا کہ آئندہ مجھے کافر نہ کہے اور تکذیب نہ کرے اور ان باتوں سے توبہ کر کے اپنا مونہہ بند کرلے اور کیا جعفر زٹلی یہ چاہتا تھا کہ اپنی گندی تحریروں سے باز آجائے؟ پس اگر یہ وہی بات نہیں جو اشتہار 21 نومبر 1898ء کی پیشگوئی پوری ہوگئی اور خدا نے میرے ذلیل کرنے والے کو ذلیل کیا تو اور کیا ہے؟ جس شخص نے اپنے رسالوں میں یہ عہد شائع کیا تھا کہ میں اس شخص کو مرتے دم تک کافر اور دجال کہتا رہوں گا۔ جب تک وہ میرا مذہب قبول نہ کرے تو اس میں اس کی کیا عزت رہی جو اس عہد کو اس نے توڑ دیا۔ اور وہ جعفر زٹلی جو گندی گالیوں سے کسی طرح باز نہیں آتا تھا اگر ذلت کی موت اس پر وارد نہیں ہوئی تو اب کیوں نہیں گالیاں نکالتا اور اب ابو الحسن تبتی کہاں ہے۔ اس کی زبان کیوں بند ہوگئی کیا اس کے گندے ارادوں پر کوئی انقلاب نہیں آیا؟ پس یہی تو وہ ذلت ہے جو پیشگوئی کا منشاء تھا کہ ان سب کے منہ میں لگام لگادی گئی۔‘‘ (روحانی خزائن، جلد 15، تریاق القلوب، صفحہ 258 تا 262 مطبوعہ ربوہ مورخہ 1-11-79)

مولوی محمد حسین کی عالمانہ عزت خاک میں مل گئی

ایک اور امر جس سے مولوی صاحب کی عزت میں ایسا فرق آیا کہ گویا وہ خاک میں مل گئی یہ تھا کہ مولوی صاحب نے پیسہ اخبار اور اخبار عام میں شائع کردیا کہ وہ مقدمہ جو پولیس کی رپورٹ پر حضرت مسیح موعودؑ اور ان پر دائر کیا گیا تھا جس کا فیصلہ 24 فروری 1899 کو ہوا، اس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام بری نہیں ہوئے بلکہ ڈسچارج ہوئے ہیں اور

ڈسچارج بری کو نہیں کہتے بلکہ اسے کہتے ہیں جس پر جرم ثابت نہ ہو سکے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس اعتراض کا نہایت شرح و بسط کے ساتھ جواب دیا۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’اس اعتراض سے محمد حسین کی غرض یہ تھی کہ تا لوگوں پر یہ ظاہر کرے کہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی...... یہ اسکی طرف سے محض افترا تھا اور دراصل ڈسچارج کا ترجمہ بری ہے اور کچھ نہیں۔ اس نے عقلمندوں کے نزدیک بری کے انکار سے اپنی بڑی پردہ دری کرائی کہ اس بات سے انکار کیا کہ ڈسچارج کا ترجمہ بری نہیں ہے....

انگریزی زبان میں کسی کو جرم سے بری سمجھنے یا بری کرنے کیلئے دو لفظ استعمال ہوتے ہیں ۔ ایک Discharge دوسرے Acquit ڈسچارج اس جگہ بولا جاتا ہے کہ جہاں حاکم مجوز کی نظر میں جرم کا ابتداء سے ہی کچھ ثبوت نہ ہو اور تحقیقات کے تمام سلسلہ میں کوئی ایسی بات پیدا نہ ہو جو اس کو مجرم ٹھہرا سکے اور فرد قرار داد جرم قائم کرنے کے لائق کر سکے۔ غرض اس کے دامن عصمت پر کوئی غبار نہ پڑ سکے اور بوجہ اس کے کہ جرم کے ارتکاب کا کچھ بھی ثبوت نہیں۔ ملزم کو چھوڑا جائے۔ اور ایکئٹ اس جگہ بولا جاتا ہے جہاں اوّل جرم ثابت ہو جائے اور فرد قرارداد جرم لگائی جائے اور پھر مجرم اپنی صفائی کا ثبوت دیکر اس الزام سے رہائی پائے۔

غرض ان دونوں لفظوں میں قانونی طور پر فرق یہی ہے کہ ڈسچارج وہ بریت کی قسم ہے کہ جہاں سرے سے جرم ثابت ہی نہ ہو سکے۔ اور ایکئٹ وہ بریت کی قسم ہے کہ جہاں جرم تو ثابت ہو جائے اور فرد قرارداد بھی لگ جائے مگر آخر میں ملزم کی صفائی ثابت ہو جائے اور عربی میں بریت کا لفظ ایک تھوڑے سے تصرف کے ساتھ ان دونوں مفہوموں پر مشتمل ہے یعنی جب ایک ملزم ایسی حالت میں چھوڑا جائے کہ اس کے دامن عصمت پر کوئی دھبہ جرم کا لگ نہیں سکا اور وہ ابتداء سے کبھی اس نظر سے دیکھا ہی نہیں گیا کہ وہ مجرم ہے یہاں تک کہ جیسا کہ وہ داغ سے پاک عدالت کے کمرہ میں آیا ویسا ہی داغ سے پاک عدالت کے کمرہ سے نکل گیا۔ اسی قسم کے ملزم کو عربی زبان میں بری کہتے ہیں اور جب ایک ملزم پر مجرم ہونے کا قوی شبہ گذر گیا اور مجرموں کی طرح اس سے کارروائی کی گئی اور اس تمام ذلت کے بعد اس نے اپنی صفائی کی شہادتوں کے ساتھ اس شبہ کو اپنے سر پر سے دور کر دیا تو ایسے ملزم کا نام عربی زبان میں مبرء ہے پس اس تحقیق سے ثابت ہوا کہ ڈسچارج کا عربی میں ٹھیک ٹھیک ترجمہ بری ہے۔ اور ایکئٹ کا ترجمہ مبرّء ہے۔‘‘

(اشتہار 17 دسمبر 1899 مجموعہ اشتہارات جلد 3 صفحہ 192)

مولوی محمد حسین بٹالوی کی نام نہاد عزت:

اس جگہ بعض معترضین یہ کہہ دیتے ہیں کہ گورنمنٹ کی جانب سے مولوی محمد حسین بٹالوی کو بطور اعزاز زمین کا عطیہ ملا۔ یعنی بجائے ذلت کے عزت ہو گئی ہے۔

جبکہ حقیقت یہ ہے مولوی محمد حسین بٹالوی نے انگریزی سرکار سے زمین کا یہ ٹکڑا اپنے اس انگریزی رسالے کے عوض میں حاصل کیا تھا جس میں اُس نے مہدی سے تعلق رکھنے والی احادیث کا انکار کیا اور لکھا کہ میں ان احادیث کو موضوع مانتا ہوں۔ یہ رسالہ مولوی مذکور نے 14 اکتوبر 1898 کو وکٹوریہ پریس لاہور سے شائع کیا۔ اس رسالہ میں اس نے اپنے ان مضامین کی فہرست دی ہے جو اس نے انگریزی حکومت کی وفاداری میں لکھ کر رسالہ اشاعت السنہ میں شائع کئے۔

الغرض مولوی محمد حسین بٹالوی کو انگریزی سرکار سے زمین کا عطیہ ان تمام عقائد سے انحراف کے نتیجہ میں ملا جنکا اسلام کی احیاء نو سے تعلق تھا یعنی امام مہدی کی آمد۔ اب کیا ایک عالم دین اور اہل حدیث کا سرغنہ کہلانے والے کیلئے زمین کے ایک چھوٹے سے ٹکڑے کی خاطر اسلام کے بنیادی عقائد سے توبہ کر لینا باعث ذلت نہیں! خصوصاً ایسے عالم دین کیلئے جو اپنے آپ کو دین کے دفاع کا واحد ذمہ دار سمجھتا تھا۔

افسوس کہ اس بدنصیب نے دنیاوی عزت کے حصول کیلئے آسمانی عزت کو ٹھکرا دیا اور اس قرآنی آیت کا مصداق بن گیا کہ **وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنَاهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗ أَخْلَدَ إِلَى الْأَرْضِ** (الاعراف:177)

یعنی اگر ہم چاہتے تو اسے بہت اونچا مقام عطا کرتے لیکن وہ خود ہی زمین کی طرف جھک گیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا معاملہ اس سے بالکل برعکس ہے۔ آپ کا خاندان زمین دار تھا۔ اردگرد کے 80 دیہات آپ کی جاگیر تھے۔ لیکن آپ نے اس زمین داری سے منہ موڑ کر دینداری اور علوم و معارف کے حصول کا مشغلہ اختیار فرمایا۔ اور محمد حسین ایک عالم تھا لیکن اس نے علمی مشاغل سے انحراف کر کے کھیتی باڑی کو اختیار کیا۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

’’یہ سوال کہ محمد حسین کو کچھ زمین مل گئی ہے یعنی بجائے ذلت کے عزت ہو گئی ہے۔ یہ نہایت بیہودہ خیال ہے بلکہ یہ اُس وقت اعتراض کرنا چاہئے تھا کہ جب اس زمین سے محمد حسین کچھ منفعت اُٹھا لیتا۔ ابھی تو وہ ایک ابتلاء کے نیچے ہے کچھ معلوم نہیں کہ اس زمین سے انجام کار کچھ زیر باری ہوگی یا کچھ منفعت ہوگی۔ ماسوا اسکے کنز العمال کی کتاب المزارعہ میں یعنے صفحہ 73 میں جناب رسول اللہ ﷺ سے یہ حدیث موجود ہے **لا تدخل سکۃ الحرث علیٰ قوم الا اذلھم اللہ**۔ یعنی کھیتی کا لوہا اور آلہ کسی قوم میں نہیں آتا جو اس قوم کو ذلیل نہیں کرتا۔ پھر اسی صفحہ میں ایک دوسری حدیث ہے۔ **انہ صلی اللہ علیہ رأی شیئًا من الۃ الحرث فقال لا یدخل ھذا بیت قوم الا ادخلہ الذّل** یعنی آنحضرت ﷺ نے ایک آلہ زراعت کا دیکھا اور فرمایا کہ یہ آلہ کسی قوم کے گھر میں داخل نہیں ہوتا مگر اس قوم کو ذلیل کر دیتا ہے۔ اب دیکھو ان احادیث سے صریح طور پر ثابت ہے کہ جہاں کاشت کاری کا آلہ ہوگا وہیں ذلّت ہوگی۔ اب ہم میاں ثناء اللہ کی بات مانیں یا رسول اللہ ﷺ کی۔ جو شخص آنحضرت ﷺ کی بات پر ایمان رکھتا ہے اس کو ماننا پڑے گا کہ کسی کے گلے میں کاشت کاری کا سامان پڑا یہ بھی ایک قسم کی ذلت ہے سو یہ تو میاں ثناء اللہ نے ہماری مدد کی کہ جس قسم کی ذلّت کی ہمیں خبر بھی نہیں تھی ہمیں خبر دے دی۔ ہمیں تو پانچ قسم کی ذلت کی خبر تھی۔ اس چھٹی قسم کی ذلت پر میاں ثناء اللہ کی معرفت اطلاع ہوئی۔

حاشیہ میں حضورؑ فرماتے ہیں:

’’قرآن شریف میں یہ قسم مذکور ہے کہ یہودیوں نے آسمانی کھانے سے انکار کر کے حضرت موسیٰؑ سے زمین مانگی تھی اور ساگ اور عدس اور پیاز وغیرہ کے خواہشمند ہوئے تھے۔ تب خدا نے ان کی یہ درخواست منظور کر کے فرمایا کہ تم نے زمین نہیں لی بلکہ اپنے لئے ذلت لے لی۔ اگر چاہو تو قرآن شریف میں سے یہ تمام آیات غور سے پڑھو **من بقلھا وقثائھا وفومھا وعدسھا** اس آیت تک کہ **وضربت علیھم الذّلّۃ والمسکنۃ** اب اس جگہ اگر کچھ ان دونوں قصوں میں فرق ہے تو صرف یہی کہ یہودیوں نے حضرت موسیٰؑ سے زمین مانگی اور ذلت کی پیشگوئی سنی۔ اور محمد حسین نے مسٹر جے ایم ڈوئی سے زمین مانگی مگر ہمیں معلوم نہیں کہ انہوں نے بھی کچھ فرمایا یا نہیں۔ یہودیوں کا آسمانی کھانا من اور سلویٰ تھا اور محمد حسین کا آسمانی کھانا متوکلانہ رزق تھا اب نمبرداری کی خواہش ہوئی دیکھیں نتیجہ کیا ہو۔‘‘

(اشتہار 17 دسمبر 1899)

قارئین کرام! نتیجہ یہ ہوا کہ وہ زمین مزید ذلت کا باعث ہوئی۔ اس کا حال خود مولوی محمد حسین کی زبانی ملاحظہ فرمائیں:

رسالہ اشاعۃ السنۃ جلد 20 بابت 1904ء کے صفحہ 2 پر زیر عنوان ’’ہم اور ہمارے خریدار معاون‘‘ رسالہ اشاعت السنۃ کے ماہوار نہ نکلنے اور عدم ایفا عہد کی معذرت کرتے ہوئے محمد حسین بٹالوی لکھتے ہیں:

’’جلد 19 میں وعدہ ہوا تھا کہ آئندہ پرچہ ماہوار نکلے گا۔ وہ کیوں پورا نہ ہوا؟ حضرات اول میرے جوان لڑکوں کی آوارگی نے مجھے زمینداری کے اہتمام میں پھنسا دیا۔ اس کو چھوڑ کر زمین ٹھیکہ پر دی گئی۔ تو میرے اہل خانہ کا جس سے میرا گھر آباد تھا انتقال ہو گیا تو بجائے زمین اسکے چار چھوٹے چھوٹے بچوں کی تعلیم و تربیت کی نگرانی میرے ذمہ پڑ گئی۔ جن کو اکیلا چھوڑ کر میں اہتمام رسالہ کیلئے لاہور نہ ٹھیر سکا اور اہل مطبع اور کاتب عموماً ایسے ہوتے ہیں جو سر پر کھڑے نہ رہو تو کام نہیں کرتے۔ جو نقد اور پیشگی دے اسی کا کام کرتے ہیں۔ مابعد والے کو ٹلاتے رہتے ہیں۔‘‘

اب جس اولاد کی تربیت کی ذمہ داری مولوی صاحب موصوف کے نازک کندھوں پر آ پڑی اس کا حال بھی انکی اپنی زبانی ملاحظہ فرمائیں۔

اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت کے متعلق اشاعۃ السنۃ جلد 22 کے صفحہ 202 پر یوں نالہ کناں ہیں کہ:

’’یہ عاجز ابتداء سے آج تک اپنی اولاد کی تعلیم دنیاوی کے ساتھ ان کی تعلیم عربی علوم دینی کیلئے ساعی رہا ہے۔ اور اب تک ہے۔ مگر افسوس ہے کہ میری سعی کا کافی اثر اب تک میری اولاد پر ظاہر نہیں ہوا...... میرے پانچ جوان لڑکوں نے تحصیل علوم دینی سے صاف انکار اور

خلاف ورزی احکام شریعت پر اصرار اختیار کیا اور میری فرمانبرداری اور میری اطاعت سے سرکشی کی۔" یہ پانچ جوان لڑکوں کی تربیت اور تعلیم کا ذکر ہے جو خیر سے اپنے والد کی زیر نگرانی انہوں نے پائی۔ آگے ان کی سرکشی اور نافرمانبرداری کی تشریح بھی اسی کی قلم سے ہی ملاحظہ فرمائیں۔ لکھتا ہے۔

"میرے لڑکوں کی سفاہت درجہ فسق کو کامل کرکے درجہ کفر کو پہنچ گئی ہے۔ اور تحصیل علوم دینی سے ان کے انکار اور فسق و فجور پر سالہا سال سے ان کے اصرار کرنے سے کوئی صورت ان کے رشد و ہدایت کی نظر نہیں آتی۔"

(اشاعۃ السنۃ صفحہ 203)

اس "دیندار" اور "قرۃ العین" اولاد سے جس قدر مولوی محمد حسین بٹالوی کی جان ضیق میں آئی ہوئی تھی اس سے تنگ آکر اسے اپنی جان و مال کا فکر دامنگیر ہو گیا جیسا کہ وہ لکھتا ہے کہ:

"مجھے ظن غالب قریب بہ یقین ہے کہ اگر میں اپنی جائیداد کو جو پچیس ہزار روپیہ سے زیادہ مالیت کی ہے۔ اپنی ملکیت میں چھوڑ کر مروں گا تو وہ جو زنا کاری شراب خوری میں مبتلا ہیں۔ تھوڑے دنوں میں رنڈی بازی شراب خوری میں تلف کردیں گے۔"

(اشاعت السنۃ جلد 22 صفحہ 204)

"اب تک مولوی محمد حسین کی کچھ بھی ذلت نہیں ہوئی"

مولوی ثناء اللہ امرتسری نے حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی میں ہی اعتراض کیا تھا کہ اب تک مولوی محمد حسین کی کچھ بھی ذلت نہیں ہوئی۔ اسکے جواب میں حضورؑ نے فرمایا:

"ہم حیران ہیں کہ اس صریح خلاف واقعہ امر کا کیا جواب لکھیں ہم نہیں جانتے کہ ثناء اللہ صاحب کے خیال میں ذلت کس کو کہتے ہیں۔ ہاں ہم یہ قبول کرتے ہیں کہ ذلت کئی قسم کی ہوتی ہے اور انسانوں کی ہر ایک طبقہ کے مناسب حال ایک قسم کی ذلت ہے مثلاً زمینداروں میں سے ایک وہ ہیں جو فقط سرکاری دستک جاری ہونے سے اپنی ذلت خیال کرتے ہیں اور ان کے مقابل پر اس قسم کے زمیندار بھی دیکھے جاتے ہیں کہ قسط مالگذاری بروقت ادا نہ ہونے کی وجہ سے تحصیل کے چپڑاسی ان کو پکڑ کر لے جاتے ہیں اور بوجہ نہ ادائیگی معاملہ کے سخت گوشمالی کرتے ہیں بلکہ بعض اوقات دو چار جوتے ان کو مار بھی دیتے ہیں اور وہ زمیندار ہنسی خوشی مار کھا لیتے ہیں اور ذرہ خیال نہیں کرتے کہ کچھ بھی انکی بے عزتی ہوئی ہے اور ان سے بھی زیادہ بعض شریر چوہڑوں اور چماروں اور ساہنسیوں میں سے ایسے ہوتے ہیں کہ جو جیلخانہ میں جاتے ہیں اور چوتڑوں پر بید بھی کھاتے ہیں اور با ایں ہمہ کبھی نہیں سمجھتے کہ ہماری عزت میں کچھ بھی فرق آیا ہے بلکہ جیل میں ہنستے اور گاتے رہتے ہیں گویا ایک نشے میں ہیں۔ اب چونکہ عزتیں کئی قسم کی اور ذلتیں بھی کئی قسم کی ہیں اس لئے یہ بات میاں ثنا اللہ سے پوچھنے کے لائق ہے کہ وہ کس امر کو شیخ محمد حسین کی ذلت قرار دیتے ہیں اور اگر اتنی قابل شرم باتوں میں سے جو بیچارے محمد حسین کو پیش آئیں اب تک اسکی کچھ بھی ذلت نہیں ہوئی تو ہمیں سمجھاویں کہ وہ کونسی صورت تھی جس سے اسکی ذلت ہو سکتی اور بیان فرماویں کہ جو مولوی محمد حسین جیسی شان اور عزت کا آدمی ہو اس کی ذلت کس قسم کی بے عزتی میں متصور ہے اب تک تو ہم یہی سمجھے بیٹھے تھے کہ شریف اور معزز انسانوں کی عزت نہایت نازک ہوتی ہے اور تھوڑی سی کسر شان سے عزت میں فرق آجاتا ہے مگر اب میاں ثناء اللہ صاحب کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ان تمام قابل شرم امور سے مولوی صاحب موصوف کی عزت میں کچھ بھی فرق نہیں آیا۔ پس اس صورت میں ہم اس انکار کا کچھ بھی جواب نہیں دے سکتے۔ جب تک کہ میاں ثناء اللہ کھول کر ہمیں نہ بتلاویں کہ کس قسم کی ذلت ہونی چاہئے تھی جس سے موحدین کے اس ایڈوکیٹ کی عزت میں فرق آجاتا۔ اگر وہ معقول طور پر ہمیں سمجھادیں گے کہ شریفوں اور معززوں اور ایسے نامی علماء کی ذلت اس قسم کی ہونی ضروری ہے۔ تو اس صورت میں اگر ہماری پیشگوئی کے رُو سے وہ خاص ذلت نہیں پہونچی جو پہنچنی چاہئے تھی تو ہم اقرار کردیں گے کہ ابھی پیشگوئی پورے طور پر ظہور میں نہیں آئی لیکن اب تک تو ہم مولوی محمد حسین کی عالمانہ حیثیت پر نظر کرکے یہی سمجھتے ہیں کہ پیشگوئی ان کی حیثیت کے مطابق اور نیز الہامی شرط کے مطابق پورے طور پر ظہور میں آچکی۔ مدت ہوئی کہ ہمیں ان تمام مولویوں سے ترک ملاقات ہے ہمیں کچھ بھی معلوم نہیں کہ یہ لوگ اپنی بے عزتی کس حد کی ذلت میں خیال کرتے ہیں۔ اور کس حد کی ذلت کو ہضم کر جاتے ہیں۔ میاں ثنا اللہ کو اعتراض کرنے کا بے شک حق ہے مگر ہم جواب دینے سے معذور ہیں جب تک وہ کھول کر بیان نہ کریں کہ بے عزتی تب ہوتی تھی کہ جب ایسا ظہور میں آتا۔ ہم قبول کرتے ہیں کہ انسانوں کی مختلف طبقوں کے لحاظ سے بے عزتی بھی مختلف طور پر ہے اور ہر ایک کیلئے وجوہ ذلت کے جدا جدا ہیں لیکن ہمیں کیا خبر ہے کہ آپ لوگوں نے مولوی محمد حسین کو کس طبقہ کا انسان قرار دیا ہے اور اسکی ذلت کن امور میں تصور فرمائی ہے۔ ہماری دانست میں تو میاں ثناء اللہ کو مولوی محمد حسین صاحب سے کوئی پوشیدہ کینہ ہے کہ وہ اب تک ان کی اس درجہ کی ذلت پر راضی نہیں ہوئے جو شریفوں اور معززوں اور اہل علم کیلئے کافی ہے۔"

(تریاق القلوب صفحہ 268 تا 270)

حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری خالد احمدیت اپنی ایک حلفیہ شہادت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مولوی محمد حسین صاحب کی وفات سے چند دن پیشتر جب کہ خاکسار راقم الحروف اور دیگر بہت سے احمدی طلباء مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی سے ان کی مسجد واقع بٹالہ میں ملے تھے تو انہوں نے اس سوال کے جواب میں کہ "کیا پہلے آپ کی بہت عزت ہوتی تھی اور اب نہیں ہے؟" نہایت غصہ کے لہجہ میں کہا تھا کہ "نہ میری پہلے کبھی عزت ہوئی نہ اب ہے؟" یہ مرزا صاحب نے یوں ہی لکھ دیا ہے کہ پہلے میری عزت ہوتی تھی اور اب میں ذلیل ہو گیا ہوں۔ سچ ہے انی مهين من اراد اهانتك۔

(تفہیمات ربانیہ صفحہ 615)

مولوی محمد حسین بٹالوی کی عبرتناک زندگی کا مفصل حال جاننے کیلئے حضرت میر قاسم علی صاحبؓ مرحوم ایڈیٹر فاروق کا رسالہ "بطالوی کا انجام" قابل دید مرقع ہے۔ قارئین اسے ضرور ملاحظہ فرمائیں۔

جہاں تک ابوالحسن تبتی اور جعفر زٹلی وغیرہ کا تعلق ہے، ان کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"زٹلی کی تحریر میں علمی رنگ میں کوئی اعتراض نہیں تا اُس کا دفع کرنا مقدم ہوتا بلکہ وہ تو صرف مسخرہ پن سے ہنسی اور ٹھٹھے کے طور پر نہایت گندی گالیاں دیتا ہے اور بجز اُن گالیوں کے اس کے اخبار اور اشتہار میں کچھ نہیں۔ اور اسی قدر حیثیت اسکی زٹلی کے لفظ سے بھی مفہوم ہوتی ہے جو اس نے اپنے لئے مقرر کیا ہے۔"

(روحانی خزائن جلد 13 فریاد درد صفحہ 428 مطبوعہ ربوہ)

حضرت مسیح موعودؑ نے زٹلی اور تبتی کی عزت اور ذلت طفیلی لکھی ہے یعنی محمد حسین بٹالوی کے طفیل ان دونوں کو بھی ذلت کا منہ دیکھنا پڑا۔ لیکن چونکہ بعض لوگ بڑی سے بڑی ذلت کو بھی ہنستے گاتے ہضم کر جاتے ہیں اس لیے اگر مخالفین احمدیت یہ کہیں کہ تبتی اور زٹلی بہر حال ذلیل نہیں ہوئے تو انہیں یہ بتانا پڑے گا کہ انہوں نے ان دونوں صاحبان کی ذلت کا کیا معیار تصور کیا ہوا ہے۔

......☆......☆......☆......

ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ

"ہدایت یافتہ کی نشانی یہ ہے کہ وہ دوسروں کو نقصان پہنچانے کی کوشش نہیں کرتا بلکہ اُنہیں نقصان پہنچانے کی کوشش کی جاتی ہے۔"

(بحوالہ اخبار بدر 29/ دسمبر 1983، صفحہ 6)

طالب دُعا:
شجر احمد استاد اینڈ فیملی، قائد ضلع مجلس خدام الاحمدیہ گلبرگہ (صوبہ کرناٹک)

بقیہ اداریہ از صفحہ نمبر 1

خواہ پانچواں حصہ ہی توڑ کر دکھا دے تو اُس کو دس ہزار روپے کا انعام دیا جاوے گا۔

اس تصنیف سے مسلمان خوشی سے چہک اُٹھے کہ شکر ہے کہ اسلام کا شاندار دفاع کرنے والا ایک پہلوان پیدا ہوگیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسلام پر اعتراضات کا صرف دفاع ہی نہیں کیا بلکہ اسلام کی صداقت کے ناقابل تردید دلائل لیکر اس زور شور سے حملہ آور ہوئے کہ مخالف سکتے کے عالم میں آ گیا۔ ہر پڑھا لکھا مسلمان گھرانہ براہین کے مطالعہ کو ضروری سمجھنے لگا۔ علماء نے اس پر شاندار ریویو لکھے۔ مولوی محمد حسین بٹالوی نے لکھا کہ چودہ سو سال میں اس کی نظیر تالیف نہیں ہوئی۔ اگر ہوئی ہے تو کوئی ہم کو بتلاوے جس میں اس زور شور سے غیر مذاہب سے مقابلہ پایا جاتا ہو۔ لدھیانہ کے صوفی احمد جان صاحب نے بھی زور دار تبصرہ فرمایا اور دل و جان سے اس کتاب پر عاشق ہو گئے۔ آپ نے اپنے ایک شعر میں کہا :

ہم مریضوں کی ہے تمہیں پہ نظر ☆ تم مسیحا بنو خدا کے لئے

براہین احمدیہ کی خوبی اور اس کی فضیلت اور اس کے جواب کیلئے دس ہزار روپے کے انعامی چیلنج کے متعلق سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے چند ارشادات ذیل میں پیش ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :

دس ہزار روپے کا انعامی چیلنج اور تمام مخالفین کو دعوت مقابلہ

خداوند تعالیٰ نے اس احقر عباد کو اس زمانہ میں پیدا کر کے اور صدہا نشان آسمانی اور خوارق غیبی اور معارف و حقائق مرحمت فرما کر اور صدہا دلائل عقلیہ قطعیہ پر علم بخش کر یہ ارادہ فرمایا ہے کہ تا تعلیماتِ حقّہ قرآنی کو ہر قوم اور ہر ملک میں شائع اور رائج فرماوے اور اپنی حجت ان پر پوری کرے۔ اور اسی ارادہ کی وجہ سے خداوند کریم نے اس عاجز کو یہ توفیق دی کہ اِتْمَامًا لِلْحُجّة دس ہزار روپیہ کا اشتہار کتاب کے ساتھ شامل کیا گیا اور دشمنوں اور مخالفوں کی شہادت سے آسمانی نشانی پیش کی گئی اور اُن کے معارضہ اور مقابلہ کے لئے تمام مخالفین کو مخاطب کیا گیا تا کوئی دقیقہ اِتمام حجت کا باقی نہ رہے۔ (براہین احمدیہ رُوحانی خزائن جلد 1 صفحہ 596 حاشیہ 3)

منکرین کی زندگی کو یہ کتاب تلخ کرتی ہے

اس کتاب میں یہ بھی خوبی ہے جو اس میں معاندین کے بیجا عذرات رفع کرنے کیلئے اور اپنی حجت ان پر پوری کرنے کیلئے خوب بندوبست کیا گیا ہے۔ یعنی ایک اشتہار تعدادی دس ہزار روپیہ کا اسی غرض سے اس میں داخل کیا گیا ہے کہ تا منکرین کو کوئی عذر اور حیلہ باقی نہ رہے اور یہ اشتہار مخالفین پر ایک ایسا بڑا بوجھ ہے کہ جس سے سبکدوشی حاصل کرنا قیامت تک ان کو نصیب نہیں ہوسکتا اور نیز یہ ان کی منکرانہ زندگی کو ایسا تلخ کرتا ہے جو انہیں کا جی جانتا ہوگا۔ غرض یہ کتاب نہایت ہی ضروری اور حق کے طالبوں کے لئے نہایت ہی مبارک ہے کہ جس سے حقیت اسلام کی مثل آفتاب کے واضح اور نمایاں اور روشن ہوتی ہے اور شان اور شوکت اس مقدس کتاب کی کھلتی ہے کہ جس کے ساتھ عزت اور عظمت اور صداقت اسلام کی وابستہ ہے۔ (ایضاً صفحہ:9)

اسلام اور بانی اسلام اور قرآن کی صداقت ظاہر ہوگئی

مقصود اس کتاب کی تالیف سے ...... یہ ہے جو دین اسلام کی سچائی کے دلائل اور قرآن مجید کی حقیت کے براہین اور حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی صدق رسالت کے وجوہات سب لوگوں پر بوضاحت تمام ظاہر کئے جائیں اور نیز ان سب کو جو اس دین متین اور مقدس کتاب اور برگزیدہ نبی سے منکر ہیں ایسے کامل اور معقول طریق سے ملزم اور لاجواب کیا جائے جو آئندہ ان کو بمقابلہ اسلام کے دم مارنے کی جگہ باقی نہ رہے۔ (ایضاً صفحہ:23)

عقائد باطلہ کا مذہب ذبح ہوگیا، پھر کبھی زندہ نہیں ہوگا

کتاب براہین احمدیہ کہ جس میں تین سو مضبوط دلیل سے حقیت اسلام ثابت کی گئی ہے اور ہر ایک مخالف کے عقائد باطلہ کا ایسا استیصال کیا گیا ہے کہ گویا اس مذہب کو ذبح کیا گیا کہ پھر زندہ نہیں ہوگا۔ (ایضاً صفحہ:134)

براہین کا جواب قیامت تک نہیں دیا جاسکے گا

یہ کتاب طالبان حق کو ایک بشارت اور منکران دین اسلام پر ایک حجت الٰہی ہے کہ جس کا جواب قیامت تک ان سے میسر نہیں آ سکتا اور اسی وجہ سے اس کے ساتھ ایک اشتہار بھی انعامی دس ہزار روپیہ کا شامل کیا گیا کہ تا ہر یک منکر اور معاند پر جو اسلام کی حقیت سے انکاری ہے اتمام حجت ہو اور اپنے باطل خیال اور جھوٹے اعتقاد پر مغرور اور فریفتہ نہ رہے۔ (ایضاً صفحہ:83)

یہ کتاب اسلام کیلئے فتح عظیم ہے

جو فساد دین کی بے خبری سے پھیلا ہے اس کی اصلاح اشاعت علم دین پر ہی موقوف ہے سو اسی مطلب کو کامل طور پر پورا کرنے کے لئے میں نے کتاب براہین احمدیہ کو تالیف کیا ہے اور اس کتاب میں ایسی دھوم دھام سے حقانیت اسلام کا ثبوت دکھلایا گیا ہے کہ جس سے ہمیشہ کے مجادلات کا خاتمہ فتح عظیم کے ساتھ ہو جاوے گا۔ (ایضاً صفحہ:69)

سب صاحبوں کو قسم ہے کہ اس کتاب کے مقابلہ کے لئے نکلیں

آپ سب صاحبوں کو قسم ہے کہ ہمارے مقابلہ پر ذرا توقف نہ کریں افلاطون بن جاویں بیکن کا اوتار دھاریں ارسطو کی نظر اور فکر لاویں اپنے مصنوعی خداؤں کے آگے استمداد کیلئے ہاتھ جوڑیں پھر دیکھیں جو ہمارا خدا غالب آتا ہے یا آپ لوگوں کے آلہہ باطلہ۔ جب تک اس کتاب کا جواب نہ دیں تب تک بازاروں میں عوام کالانعام کے سامنے اسلام کی تکذیب کرنا یا ہنود کے مندروں میں بیٹھ کر ایک وید کو ایشر کرت اور ست ودیا اور باقی سارے پیغمبروں کو مفتری بیان کرنا صفت حیا اور شرم سے دور سمجھیں۔ (ایضاً صفحہ:56)

عظیم ’’براہین‘‘ کے چھ عظیم فوائد

(1) یہ کتاب مہمات دینیہ کے تحریر کرنے میں ناقص البیان نہیں بلکہ وہ تمام صداقتیں کہ جن پر اصول علم دین کے مشتمل ہیں اور وہ تمام حقائق عالیہ کہ جن کی ہیئت اجتماعی کا نام اسلام ہے وہ سب اس میں مکتوب اور مرقوم ہیں۔

(2) یہ کتاب تین سو محکم اور قوی دلائل حقیت اسلام اور اصول اسلام پر مشتمل ہے کہ جن کے دیکھنے سے صداقت اس دین متین کی ہر یک طالب حق پر ظاہر ہوگی۔

(3) جتنے ہمارے مخالف ہیں یہودی۔ عیسائی۔ مجوسی۔ آریہ۔ برہمو۔ بت پرست۔ دہریہ۔ طبعیہ۔ اباحتی۔ لامذہب سب کے شبہات اور وساوس کا اس میں جواب ہے۔

(4) چوتھا فائدہ یہ ہے جو اس میں بمقابلہ اصول اسلام کے مخالفین کے اصول پر بھی کمال تحقیق اور تدقیق سے عقلی طور پر بحث کی گئی ہے۔

(5) اس کے پڑھنے سے حقائق اور معارف کلامِ ربانی کے معلوم ہو جائیں گے اور حکمت اور معرفت اس کتاب مقدس کی کہ جس کے نور روح افروز سے اسلام کی روشنی ہے سب پر منکشف ہو جائے گی۔

(6) اس کے مباحث کو نہایت متانت اور عمدگی سے قوانین استدلال کے مذاق پر مگر بہت آسان طور پر کمال خوبی اور موزونیت اور لطافت سے بیان کیا گیا ہے اور یہ ایک ایسا طریقہ ہے کہ جو ترقی علوم اور پختگی فکر اور نظر کا ایک اعلیٰ ذریعہ ہوگا۔ (ایضاً صفحہ:129 تا 131)

لِیُظْہِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ کی پیشگوئی براہین سے پوری ہوگئی

چونکہ خداوند کریم نے اسباب خاصہ سے اس عاجز کو مخصوص کیا ہے اور ایسے زمانہ میں اس خاکسار کو پیدا کیا ہے کہ جو اتمام خدمت تبلیغ کیلئے نہایت ہی معین و مددگار ہے۔ اس لئے اس نے اپنے تفضّلات و عنایات سے یہ خوشخبری بھی دی ہے کہ روز ازل سے یہی قرار یافتہ ہے کہ آیت کریمہ متذکرہ بالا (یعنی لِیُظْہِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ - ناقل) و نیز آیت وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ کا روحانی طور پر مصداق یہ عاجز ہے اور خدائے تعالیٰ ان دلائل و براہین کو، ان سب باتوں کو کہ جو اس عاجز نے مخالفوں کیلئے لکھے ہیں خود مخالفوں تک پہنچا دے گا اور ان کا عاجز اور لاجواب اور مغلوب ہونا دنیا میں ظاہر کر کے مفہوم آیت متذکرہ بالا کا پورا کر دے گا۔ فالحمد للہ علیٰ ذلک۔

(ایضاً صفحہ 597 حاشیہ 3)

قارئین! حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ براہین کا جواب قیامت تک نہیں دیا جاسکے گا! ایک سو چالیس سال ہو گئے کسی نے اس کا جواب نہیں دیا۔ اس سے سبکدوشی حاصل کرنا واقعی قیامت تک کسی کو نصیب نہیں ہوسکتا۔ (منصور احمد مسرور)

......☆......☆......☆......

ارشاد باری تعالیٰ

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ (آل عمران:134)

اور اللہ اور رسول کی اطاعت کرو تا کہ تم رحم کیے جاؤ

ارشاد باری تعالیٰ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ (آل عمران:103)

اَے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا ایسا تقویٰ اختیار کرو جیسا اُس کے تقویٰ کا حق ہے

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

جو شخص بھی مجھ پر سلام بھیجے گا اس کا جواب دینے کیلئے

اللہ تعالیٰ میری روح کو واپس لوٹا دے گا تا کہ میں اس کے سلام کا جواب دے سکوں

(ابوداؤد، کتاب المناسک)

طالب دعا: افراد خاندان و فیملی مکرم ایڈووکیٹ آفتاب احمد تیاپوری مرحوم، حیدرآباد

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

آگ اس آنکھ پر حرام ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں بیدار رہی اور

آگ اس آنکھ پر بھی حرام ہے جو اللہ تعالیٰ کی خشیت کی وجہ سے آنسو بہاتی ہے

(سنن دارمی، کتاب الجہاد)

طالب دعا: افرادخاندان مکرم جے وسیم احمد صاحب مرحوم (چنتہ کنٹہ)

کلامُ الامام

تم لوگ خدا تعالیٰ کے ساتھ ایسے ازخود رفتہ اور محو ہو جاؤ کہ

بس اسی کے ہو جاؤ اور جیسے زبان سے اس کا اقرار کرتے ہو عمل سے بھی کر کے دکھاؤ

(ملفوظات، جلد 5، صفحہ 407)

طالب دعا: مصدق احمد، نائب امیر جماعت احمدیہ بنگلور کرناٹک

کلامُ الامام

جب تم ایک وجود کی طرح ہو جاؤ گے، اس وقت کہہ سکیں گے

کہ اب تم نے اپنے نفسوں کا تزکیہ کر لیا

(ملفوظات، جلد 5، صفحہ 407)

طالب دعا: ناصر احمد ایم، بی (R.T.O) ولد مکرم بشیر احمد ایم، اے (جماعت احمدیہ بنگلور کرناٹک)

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

ایک مسلمان کو حقوق اللہ اور حقوق العباد کو پورا کرنے کے واسطے ہمہ تن تیار رہنا چاہئے

(ملفوظات، جلد 5، صفحہ 407)

طالب دعا: مجلس انصار اللہ کلکتہ (صوبہ بنگال)

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں

جب تک تمہارا آپس میں معاملہ صاف نہیں ہوگا

اس وقت تک خدا تعالیٰ سے بھی معاملہ صاف نہیں ہو سکتا

(ملفوظات، جلد 5، صفحہ 407)

طالب دعا: قریشی مظفر احمد، جماعت احمدیہ خانپورہ (چیک) جموں کشمیر

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس

ہر احمدی اپنے آپ کو

تقویٰ میں بڑھانے کیلئے جدوجہد کرے

(پیغام حضور انور برموقع جلسہ سالانہ سکینڈے نیویا 2016)

طالب دعا: شیخ صادق علی اینڈ فیملی، جماعت احمدیہ تالبرکوٹ (اڈیشہ)

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس

اپنے نیک نمونے کے ذریعہ

لوگوں کے دلوں کو اسلام احمدیت کیلئے جیتنے کی کوشش کریں

(پیغام حضور انور برموقع جلسہ سالانہ سکینڈے نیویا 2016)

طالب دعا: برہان الدین چراغ ولد چراغ الدین صاحب مرحوم مع فیملی، افراد خاندان و مرحومین، محلہ باغبانہ، قادیان

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں:

کس قدر ظاہر ہے نور اُس مبدء الانوار کا　　بن رہا ہے سارا عالم آئینہ ابصار کا

چاند کو کل دیکھ کر میں سخت بے کل ہوگیا　　کیونکہ کچھ کچھ تھا نشاں اس میں جمال یار کا

طالبِ دُعا: زبیر احمد اینڈ فیملی، جماعت احمدیہ دارجلنگ (صوبہ مغربی بنگال)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں:

کرو توبہ کہ تا ہو جائے رحمت　　دکھاؤ جلد تر صدق و انابت

کھڑی ہے سر پہ ایسی ایک ساعت　　کہ یاد آجائے گی جس سے قیامت

طالبِ دُعا: افرادِ خاندان مکرم شیخ رحمۃ اللہ صاحب مرحوم، جماعت احمدیہ سورو (صوبہ اڈیشہ)

کلامُ الامام

''جس گھر میں ہمیشہ دعا ہوتی ہے خدا تعالیٰ اسے برباد نہیں کیا کرتا''

(ملفوظات، جلد سوم، صفحہ 232)

طالبِ دُعا: بشیر احمد مشتاق (سابق صدر جماعت احمدیہ حلقہ اِرم لین) سری نگر، جموں اینڈ کشمیر

کلامُ الامام

اپنے بھائیوں سے کسی قسم کا بھی بغض، حسد اور کینہ نہیں رکھنا چاہئے

(ملفوظات، جلد 5، صفحہ 407)

طالبِ دُعا: الہ دین فیملیز اور بیرون ممالک کے عزیز رشتہ دار و دوست نیز مرحومین کرام

ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ

''ہدایت یافتہ کی نشانی یہ ہے کہ وہ دوسروں کو نقصان پہنچانے کی کوشش نہیں کرتا بلکہ اُنہیں نقصان پہنچانے کی کوشش کی جاتی ہے۔''

(بحوالہ اخبار بدر 29/دسمبر 1983، صفحہ 6)

طالبِ دُعا: شجر احمد استاد اینڈ فیملی، قائد ضلع مجلس خدام الاحمدیہ گلبرگہ (صوبہ کرناٹک)

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس

''اپنے بچوں کو نمازوں کا پابند بنائیں''

(پیغام بر موقع سالانہ اجتماع لجنہ اماء اللہ جرمنی 2019)

طالبِ دعا: اے. شمس العالم ولد مکرم ابوبکر صاحب اینڈ فیملی، جماعت احمدیہ میلا پالم (تامل ناڈو)

طالبِ دعا: رضوان سلیم، ضلع ویسٹ گوداوری (صوبہ آندھرا پردیس)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں:

اے دوستو جو پڑھتے ہو اُمّ الکتاب کو　　اب دیکھو میری آنکھوں سے اس آفتاب کو

سوچو دعاء فاتحہ کو پڑھ کے بار بار　　کرتی ہے یہ تمام حقیقت کو آشکار

طالبِ دُعا: سیّد زمرود احمد ولد سیّد شعیب احمد اینڈ فیملی، جماعت احمدیہ بھونیشور (صوبہ اڈیشہ)

کلامُ الامام

حق کا ہمیشہ ساتھ دو

(ملفوظات، جلد 3، صفحہ 115)

طالب دُعا: قریشی محمد عبد اللہ تیماپوری، سابق امیر ضلع و افراد خاندان و مرحومین، جماعت احمدیہ گلبرگہ (کرناٹک)

کلامُ الامام

''اس سلسلہ کے قیام کی اصل غرض یہی ہے کہ لوگ دنیا کے گند سے نکلیں اور اصل طہارت حاصل کریں اور فرشتوں کی سی زندگی بسر کریں''

(ملفوظات، جلد چہارم، صفحہ 473)

طالب دُعا: نصیر احمد، جماعت احمدیہ بنگلور (کرناٹک)

کلامُ الامام

جو شخص اپنے بھائیوں سے صاف صاف معاملہ نہیں کرتا
وہ خدا تعالیٰ کے حقوق بھی ادا نہیں کرسکتا

(ملفوظات، جلد 5، صفحہ 407)

طالبِ دُعا: مقصود احمد ڈار ولد مکرم محمد شہبان ڈار، ساکن شورت، تحصیل و ضلع کولگام (جموں کشمیر)

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس

''تربیت اولاد کی ذمہ داری کو سمجھیں اور اس پر خاص توجہ دیں''

(پیغام بر موقع سالانہ اجتماع لجنہ اماء اللہ جرمنی 2019)

طالبِ دعا: شیخ اختر علی، والدہ اور بہن مرحومین، جماعت احمدیہ سورو (اڈیشہ)

کام جو کرتے ہیں تری رہ میں پاتے ہیں جزا ☆ مجھ سے کیا دیکھا کہ یہ لطف و کرم ہے بار بار (المسیح الموعودؑ)

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

جب تک عزیز سے عزیز اور پیاری سے پیاری چیزوں کو خرچ نہ کروگے اس وقت تک محبوب اور عزیز ہونے کا درجہ نہیں مل سکتا

(ملفوظات، جلد اول، صفحہ 64)

طالب دُعا: افراد خاندان محترم ڈاکٹر خورشید احمد صاحب مرحوم جماعت احمدیہ اروِل (بہار)

جلسہ سالانہ برطانیہ 2019 کے بعض خوبصورت مناظر

جلسہ سالانہ قادیان دارالامان 2018 کے رُوح پرور مناظر

EDITOR
MANSOOR AHMAD
Tel : (0091) 82830-58886
Website : akhbarbadrqadian.in
: www.alislam.org/badr
E-mail :
badrqadian@rediffmail.com

Registered with the registrar of the newspapers for India at No. RN 61/57

ہفت روزہ بدر قادیان

Weekly BADAR Qadian

Qadian - 143516 Distt. Gurdaspur (Pb.) INDIA

Vol. 69 Thursday 19 - March 2020 Issue. 12

MANAGER
NAWAB AHMAD
Tel : (0091) 94170-20616
SUBSCRIPTION
ANNUAL: Rs. 700
By Air : 50 Pounds or
: 80 U.S $ or
: 60 Euro

مختلف جماعتی عمارات کی دیدہ زیب تصاویر

مکان چلہ کشی ہوشیار پور

دار البیعت لدھیانہ
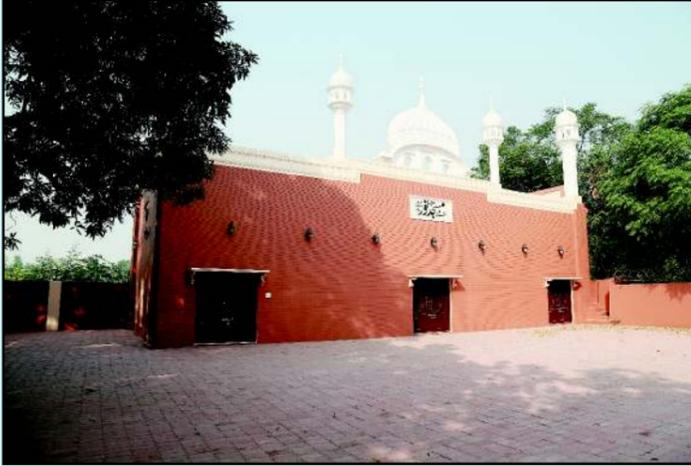
مسجد مسرور قادیان

مسجد نور قادیان

گلشن احمد قادیان

دفاتر صدر انجمن احمدیہ قادیان

قصرِ خلافت قادیان

سرائے وسیم قادیان

Printed & Published by: Jameel Ahmed Nasir on behalf of Nigran Board of Badar. Name of Owner: Nigran Board of Badar. And printed at Fazle-Umar Printing Press. Harchowal Road, Qadian, Distt. Gurdaspur-143516, Punjab.
And published at office of Weekly Badar Mohallah - Ahmadiyya, Qadian Distt. Gsp-143516, Punjab. India Editor:Mansoor Ahmad